



تحریک پاکستان

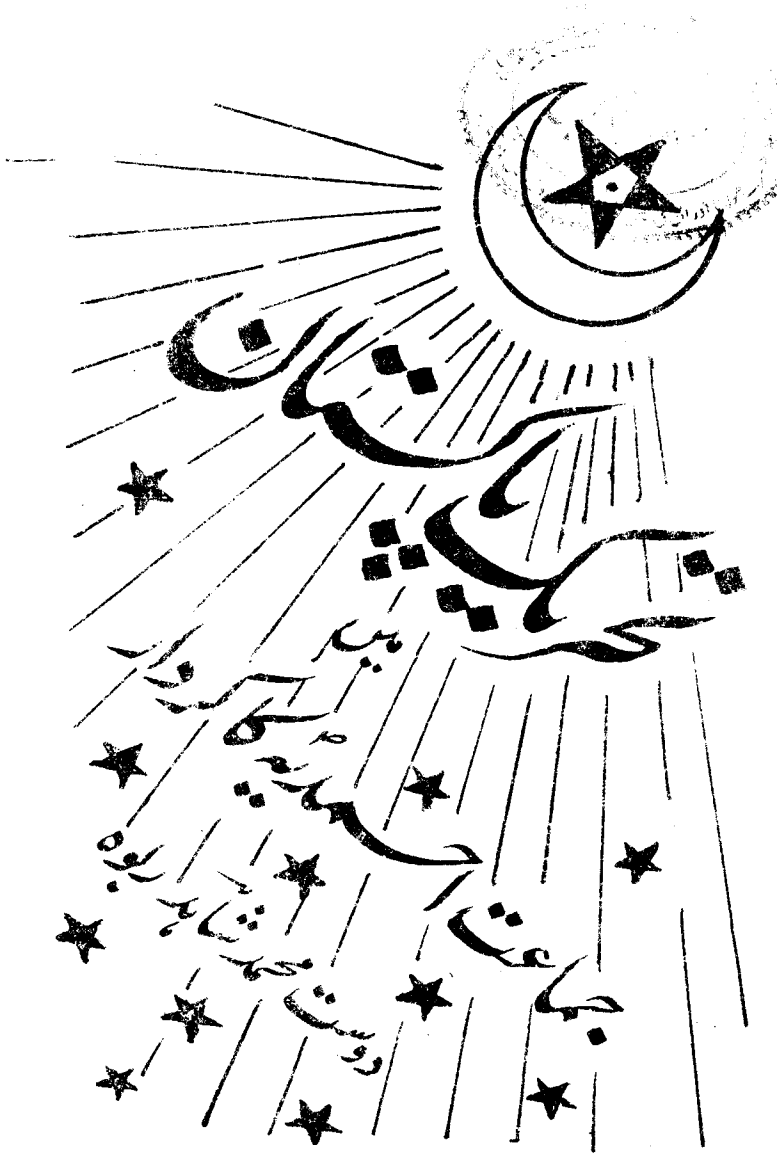
میں

جماعت احمدیہ کا کردار

مؤلفہ مولانا دوست محمد صاحبہ مورخ احمدیت

الناشر

نظارت اشاعت لطیف پریس و تصنیف رپوہ



تہذیب

صفحہ	عنوان	
۳		تہذیب
۷	دو قومی نظریہ کی ترویج و اشاعت	پہلے فصل
۱۰	مسلم لیگ کا قیام اور جماعت احمدیہ	دوسری فصل
۲۲	جد گانہ نیابت کا بنیادی مطالبہ اور مسلمانوں کی یکجہتی کے لیے ماسعی	تیسری فصل
۲۵	نہرو رپورٹ کے خلاف جدوجہد	چوتھی فصل
۲۹	راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں مسلم اقلیت کے حقوق کیلئے موثر آواز	پانچویں فصل
۳۲	قائد اعظم کی لندن سے واپسی کیلئے کامیاب تحریک	چھٹی فصل
۳۷	قرارداد پاکستان کی تائید میں مرکزی اور صوبائی انتخابات ۱۹۴۵ء کے دوران مسلم لیگ کی پرجوش حمایت	ساتویں فصل
۵۲	مسلم لیگ کی عبوری حکومت میں شمولیت کیلئے جدوجہد	آٹھویں فصل
۵۸	خضر دذارت کے استعفاء کی کامیاب کوشش	نویں فصل
۶۰	بازنڈری کمیشن میں مسلم حقوق کی ترجیحی	دسویں فصل
۶۸	قیام پاکستان اور حضرت امام جماعت احمدیہ کا پر شوکت بیان	گیارہویں فصل

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

مقتبہ

تحریک پاکستان ایک عظیم الشان جدوجہد اور مسلسل قانونی و آئینی جنگ کا نام ہے، جو مسلمانانِ برصغیر کو دو قومی نظریہ کی بنیاد پر اپنی اجتماعی زندگی کے بقا اور اپنے اقتصادی و سیاسی حقوق کی حفاظت کے لیے ۱۸۸۳ء سے لیکر ۱۹۴۷ء تک لڑنا پڑی اور بالآخر ایک عظیم اسلامی مملکت ————— پاکستان ————— کی شکل میں منزلِ مراد تک پہنچی۔

اس جنگ کا آغاز ”اینگلو محمدن ڈیفینس ایسوسی ایشن“ سے ہوا جس کے اجلاسِ اول (منعقدہ ۲ اپریل ۱۸۸۳ء) میں مسلمانوں کے لیے یہ لائحہ عمل تجویز کیا گیا کہ وہ :-
”ہمیشہ گورنمنٹ کے کام میں خیر خواہی اور وفاداری کے ساتھ مدد

دیتے رہیں اور اپنے حقوق کی حفاظت کرتے رہیں“

(اخبار عام لاہور ۱۴ اپریل ۱۸۸۳ء صفحہ ۸۶۶)

یہ انجمن ہندوستان کے مسلمانوں کی پہلی ملک گیر سیاسی تنظیم تھی جو علیگڑھ میں قائم ہوئی اور اس کے قائد سرسید احمد خاں مرحوم تھے جن کو حضرت بانی جماعت احمدیہ، بہادر زبیرک، فراست رکھنے والا اور پولیٹیکل مصالح شناس بزرگ کے القاب سے یاد فرمایا کرتے تھے (فریاد درد صفحہ ۴۵ طبع اول) جبکہ لدھیانہ، گنگوہہ، سہارنپور، دہلی، دیوبند اور دیگر متعدد مقامات ہند

کے علاوہ مدینہ منورہ اور بغداد شریف کے بعض نامی گرامی علماء نے سرسید مرحوم پر کفر و ارتداد کے فتوے دیئے اور ان کی ایسوسی ایشن میں شمولیت کو حرام اور ہندوؤں کی آل انڈیا نیشنل کانگریس سے وابستگی کو مباح قرار دیا۔ یہ سب فتوے نصرت الابرار مطبوعہ ممبئی میں شائع شدہ ہیں۔

سرسید خاں مرحوم کے بعد تحریک پاکستان کے اکثر و بیشتر معرکے مسلم لیگی عمائد بالخصوص قائد اعظم محمد علی جناح کی سرکردگی میں طے ہوئے اور اس سلسلے میں آخری لڑائی بانڈری کمیشن میں بحث کی شکل میں لڑی گئی۔

تحریک پاکستان کے چونتیس سالہ دور میں تو بیشمار مراحل میں سے کاروانِ حریت کو گزرنا پڑا مگر خاص طور پر بعض ایسے انقلابی مراحل بھی پیش آئے جن میں سے ہر ایک اپنی ذات میں مستقل اہمیت کا حامل تھا اور جس کی بدولت مسلم قوم نہایت تیزی سے آگے بڑھنے میں کامیاب ہوتی رہی اور اپنوں اور بیگانوں کی شدید مزاہمتوں کے باوجود اپنا ایک قومی وطن بنانے میں کامیاب ہوئی۔

تاریخ قیام پاکستان پر گہری نظر ڈالنے سے مندرجہ ذیل دس ایسے انقلاب انگیز مراحل کی نشان دہی ہوتی ہے:-

- ۱۔ دو قومی نظریہ کی ترویج و اشاعت۔
- ۲۔ مسلم لیگ کی بنیاد اور مسلم قوم کا واحد پلیٹ فارم۔
- ۳۔ جہاد گاہِ نیابت کا بنیادی مطالبہ۔
- ۴۔ نرو رپورٹ کے خلاف جدوجہد۔
- ۵۔ رائڈ ٹیبل کانفرنس میں مسلم اقلیت کے حقوق کے لیے مؤثر آواز۔

- ۴۔ قائد اعظم کی لندن سے واپسی کے لیے تحریک اور مسلم لیگ کی نشاۃ ثانیہ۔
 - ۵۔ قرارداد پاکستان کی تائید اور مرکزی اور صوبائی انتخابات (۱۹۴۶-۱۹۴۷ء) میں مسلم لیگ کی بے مثال حمایت۔
 - ۸۔ مسلم لیگ کی عبوری حکومت میں شمولیت۔
 - ۹۔ خضر حیات وزارت کے استعفاء کی کامیاب جدوجہد۔
 - ۱۰۔ باؤنڈری کمیشن میں مسلم حقوق کی حفاظت کے لیے جدوجہد۔
- جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ فخر حاصل ہے کہ واحد مذہبی جماعت ہے جسے من حیث الجماعت تحریک پاکستان کے ان سب مراحل میں بھرپور حصہ لینے اور ملت اسلامیہ کی مفاد و بھر خدمت انجام لانے کا شرف حاصل ہوا۔ اس اجمال کا تفصیل ایک مبسوط کتاب کا تقاضا کرتی ہے مگر میں صرف اشارات ہی پر اکتفاء کروں گا۔ لَعَلَّ اللّٰهُ يُجَدِّدُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۝
-

پہلی فصل دوقومی نظریہ کی ترویج و اشاعت

حضرت بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام نے زندگی بھر مسلمانوں کی مستقل اور جداگانہ زندگی کے قیام و بقا کے لیے جدوجہد فرمائی اور ہندو کانگریس کے نظریہ قومیت متحدہ سے اپنی جماعت کو ہمیشہ الگ رکھا۔ چنانچہ جناب مولانا ظفر علی خاں صاحب فرماتے ہیں:-

”جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔۔۔ کی زندگی

کا ایک بڑا مقصد آپ کے متعدد دعاوی کے لحاظ سے

جو تیز تحریر میں آپ کے ہیں مسلمانوں میں وحدت قائم کرنا تھا۔

(”سنہ صبح“ ۸ دسمبر ۱۹۱۹ء بحوالہ ”مولانا ظفر علی خاں کی گرفتاری“ صفحہ ۱۹۳۷)

اسی طرح جناب مولوی انشاء اللہ خاں ایڈیٹر وطن کے بھائی مولوی محمد شجاع اللہ صاحب نے اپنے اخبار ”ملت“ (لاہور) میں اعتراف کیا کہ ”ہم جناب مرزا غلام احمد مرحوم و مغفور کے پیرو نہیں ہیں اور مرحوم کے کئی خیالات سے ہم کو اختلاف رہا ہے مگر جس اصول پر انہوں نے اپنے مشن کی بنیاد قائم کی تھی اس سے کسی باخبر اور ذی ہوش مسلمان کو اختلاف نہیں ہو سکتا“ ان کی تمام جدوجہد کا انتہائی مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں میں

خالص اسلامی سپرٹ از سر نو پیدا کر دیا جائے تاکہ اُن کی قومیت محفوظ رہے۔

۱۹۰۷ء کا سال مسلمانان ہند کی سیاسیات میں ایک نئے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ یہ پہلا سال ہے جبکہ انہیں ہندوؤں کے مقابل اپنی جداگانہ ہستی کے تحفظ کا احساس پوری شدت سے پیدا ہوا۔ بات یہ ہوئی کہ لارڈ کرزن وائسرائے ہند نے ستمبر ۱۹۰۵ء میں بنگال کے وسیع صوبہ کو صوبہ مشرقی اور مغربی دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اس تقسیم سے مسلمانوں کو صوبہ مشرقی بنگال میں زبردست اکثریت اور برتری حاصل ہو گئی اور آئندہ کے لیے اُن کی سیاسی طاقت و قوت کے ابھرنے کا قیمتی موقعہ میسر آگیا۔ ہندو جو آئندہ انگریز کا سیاسی جانشین بننے کا خواب دیکھ رہے تھے تقسیم بنگال کے فیصلہ سے بھڑک اُٹھے۔ ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو بنگال ہندوؤں نے مانی جلسے کئے مگر اس دن مسلمانوں نے جا بجا اظہار مسرت کیا۔ آل انڈیا نیشنل کانگریس کے ہندو لیڈروں نے اجلاس کھاتے میں حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ یہ فیصلہ واپس لے، لیکن مسلمانوں نے حکومت کے فیصلہ کی پُر جوش تائید کی۔ بنگال ہندو یہ نہیں چاہتے تھے کہ سوا دو کروڑ مسلمان اُن کی سیاسی و سماجی غلامی سے آزاد ہو جائیں اور مسلمان یہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ پھر سے ہندوؤں کے حوالے کر دیئے جائیں، لاہور کے اخبار "ابن زور" نے اُن دنوں ایک مفصل نوٹ میں ہندوؤں کے مظالم اور مسلمانوں کی آل انڈیا نیشنل کانگریس اور اس کی

۱۔ بحوالہ اخبار الحکم تادیان ۲۸ نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۳۱

۲۔ تقسیم بنگال سے متعلق سرکاری اعلان الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء میں بھی چھپا ہوا ہے۔

۳۔ اخبار کرزن گزٹ نومبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۱ کالم ۲-۳

ملک بھر کی تہجارتوں اور ملازمتوں پر چھاٹے ہوئے ہندوؤں نے اپنے مفاد کے لیے سودیشی تحریک چلائی حضرت بانی جماعت احمدیہ نے اپنی جماعت کو اس سے علیمدہ رہنے کا ارشاد فرمایا اور اس کی تعمیل میں احمدیوں نے دوسرے مسلمانوں سے بڑھکر امن قائم رکھا۔ آریہ لوگ قادیان میں سودیشی تحریک کی تائید میں جلسہ کرنا چاہتے تھے اور وہ حضور کی خدمت میں حاضر بھی ہوئے کہ اس میں احمدیوں کو بھی شرکت کی اجازت دیں مگر آپ نے صاف انکار کر دیا اسی طرح لدھیانہ میں ایک ہندو نے آپ سے سودیشی تحریک میں شرکت کے لیے درخواست کی تو حضرت اقدس نے فرمایا:-

”اس تحریک کی ابتداء ملکی اشیاء کی ہمدردی سے نہیں ہے بلکہ تقسیم بنگالہ پر بنگالیوں کی ناراضگی

اس کی جڑ ہے اس واسطے یہ امر منحوس معلوم ہوتا ہے۔^{۷۲}

دوسری فصل

مسلم لیگ کا قیام اور جماعت احمدیہ

مسٹر مارلے وزیر ہند جولائی ۱۹۰۷ء کے اجلاس دارالعوام میں میرا نیہ ہند پیش کرتے ہوئے انکشاف کیا کہ وائسرائے ہند ایک کمیشن مقرر کرنے والے ہیں جو اس بات پر غور کرے گا کہ سول اور فوج میں انگریزوں کی طرح ہندوستانیوں کو پہلے سے زیادہ عمل دخل دینے کے لیے آئین ہند میں کونسی اصلاحات ضروری ہیں اس تقریر کے جلد بعد گورنمنٹ انڈیا نے خاص اسی مقصد کے لیے کمیٹی مقرر کر دی۔ اس موقع پر مسلمانان ہند نے خاموش رہنا قومی خودکشی کے مترادف سمجھا چنانچہ ہندوستان کے تمام صوبوں کے سرکردہ مسلمانوں پر مشتمل ایک وفد تیار کیا گیا جس میں ہزاریاں نس مرزا خاں لودھی، مسن الماک صاحب، حکیم محمد رحیل خاں صاحب، نواب نصیر حسین صاحب خیرا، مسٹر رفیع الدین احمد صاحب، نواب سر محمد مزیل اللہ خاں صاحب، سید علی احمد صاحب، میاں محمد شفیع صاحب اور دیگر مسلمان رؤساء، جاگیردار، وکلاء اور تاجر شامل تھے۔ یہ وفد یکم اکتوبر ۱۹۰۷ء کو مقام شملہ ہزاریاں نس مرزا خاں کی سرکردگی میں لارڈ ملٹو وائسرائے ہند کی خدمت میں پہنچا اور ایک مفصل ایڈریس پیش کر کے واضح

۱۔ "سفینہ حیات" صفحہ ۸، مؤلف منشی غلام قادر صاحب فرخ۔ دارالاشاعت امرتسر ۱۳۵۵ھ راجپوت
۲۔ اخبار کرن گزٹ دہلی ۲۳ اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۲ کالم ۳۔

کیا کہ مسلمان بندوؤں سے علیحدہ ایک مستقل قوم ہیں، انہیں سرکاری ملازمتوں، کونسلوں، بانی کورٹوں اور چیف کورٹوں، میونسپل بورڈوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں میں ان کے مناسب کے مطابق جہاد گاہ نیابت و دیگر اُن کے حقوق محفوظ رکھے جائیں، ایڈریس میں آخری گزارش یہ تھی کہ ہنزہ جیٹی کی مسلمان رعایا کی اس طرفی سے مدد کرنے سے ... پورا کیسی نیشن ان کی لازوال لائٹنی کو جو تخت کے ساتھ ہے مضبوط کریں گے اور ان کی پولیٹیکل ترقی اور قومی بہبود کی بنیاد ڈالیں گے اور پورا کیسی نیشن کا نام اُن کی نسلیں شکر گزاری کے ساتھ یاد رکھیں گی۔

شملہ کے مہم وفد سے لارڈ منٹو کی ملاقات بہت کامیاب رہی اور حکومت نے مسلمانوں کو ایک مستقل اور علیحدہ قوم تسلیم کر کے ان کو ملک کے اعلیٰ عہدوں میں معقول حصہ دینا منظور کر لیا۔ یہ فیصلہ مسلمانوں کے لیے جشن عید سے کم نہ تھا۔ حکومت کے اس اقدام سے مسلمان ہند کے اندر خوشی اور مسرت کی زبردست لہر دوڑ گئی اور مسلم پریس نے ادارے لکھے جن میں برطانوی حکومت خصوصاً مسٹر جان مارے اور لارڈ منٹو کی مسلم نوازی پر زبردست خراج تحسین ادا کیا اور مسلمانوں نے ہندوستان بھر میں شاندار جلسے منعقد کئے اور یہ ریزولوشن پاس کیا کہ :-

”مسلمان حکومت کے نہایت شکر گزار ہیں کہ اُس نے مسلمان قوم کے امپیریل اور لوکل لیجسلیٹو کونسلوں میں جہاد گاہ نیابت کے جائز اصول کو مدبرانہ طریقہ

۱۔ اخبار کرن گزٹ دہلی ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۰-۱۱

۲۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اخبار ”پیپہ اخبار“ لاہور ۲ ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۲ (اداریہ)

۳ ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۵-۶ (مخصوصاً)

۱۔ جسے تسلیم کیا ہے۔

ان جلسوں میں دوسرے مسلمانوں کے دوست بدوش احمدیوں نے بھی شرکت کی اور بے انداز خوشی کا اظہار کیا۔ پیسہ اخبار نے جلسہ لاہور کی رودادیں لکھا کہ :-

”لاہور کے اس جلسے میں یہاں کی اسلامی آبادی کے تمام فرقوں کے قائم مقام شریک ہوئے اور اعلیٰ درجہ کے مقتدر و ذی وجاہت اصحاب سے لیکر غرباء تک سب

نے کمال عقیدت مندی و گرمجوشی سے شکر گزاری کے ریزہ ریزہ پاش پاش کرانے میں

حصہ لیا اور کسی گوشہ سے کوئی دھیمی آواز بھی اختلاف کی سنائی نہ دی جس سے

پتہ لگتا تھا کہ یوں چاہے لاہور مسلمانوں کی فرقہ بندیوں اور حنفی، اہلحدیث،

اہل قرآن، مرزائی وغیرہ جماعتوں کے جھگڑوں میں بدنام ہو اور بعض

قتلایا ناگوار و مضرت رساں طوالت اختیار کر کے عدالت تک پہنچ جائیں

مگر برٹش گورنمنٹ کو اس ملک کے لیے موجب خیر و برکت مانتے ہیں وہ

قریباً یکساں خیال رکھتے ہیں اور سرکار کی کسی مہربانی کا شکریہ ادا کرنے کی

حاضر ان کے سب فرقے با سانی متحد کئے جاسکتے ہیں۔“

اس ماحول میں ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کو ڈھاکہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد پڑی جس

کے حسب ذیل اغراض و مقاصد قرار پائے۔

۱۔ مسلمانوں میں گورنمنٹ کی نسبت و فادارانہ خیالات کو ترقی دی جاوے۔

۲۔ اپنے اغراض و مقاصد کو اعتدال کے ساتھ گورنمنٹ میں پیش کیا جاوے۔

۱۔ اخبار ”پیسہ اخبار“ ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۸ کالم ۱-۲

۲۔ اخبار ”پیسہ اخبار“ لاہور ۲۱ اکتوبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۲

۳۔ مندرجہ بالا مقاصد کو محفوظ رکھ کر ہندوستان کی دوسری اقوام سے روابط
اتحاد کو ترقی دی جاوے۔

یکم دسمبر ۱۹۰۷ء کو لاہور میں پنجاب پراونشل مسلم لیگ قائم کی گئی جو ڈھاکہ کی اہل
مسلم لیگ کی صوبائی شاخ تھی۔ جس کے ابتدائی ممبروں میں خان بہادر سر محمد شفیع صاحب
چوہدری شہاب الدین صاحب، مولوی احمد دین صاحب بی۔ اے وکیل اور
مولوی محمد علی صاحب ایڈیٹر ریویو آف ریسیٹرن بھی تھے، مقدم الذکر تینوں حضرات
مسیح موعود کے گہرے عقیدتمندوں میں اور موعود الذکر آپ کے مریدوں میں شامل تھے۔
مرکزی مسلم لیگ کے قیام کے بعد بنگالی ہندوؤں کی شورش میں اضافہ ہوا جس پر
حضرت بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام نے ۲۲ اپریل ۱۹۰۷ء کو ارشاد فرمایا:-

”ان کے خیالات و حرکات سے ہمیں قطعی نفرت ہے

ہماری جماعت کو بالکل ان سے الگ رہنا چاہیے تعجب

کی بات ہے کہ جو قوم حیوان کو انسان پر ترجیح دیتی ہو

اور ایک گائے کے ذبح سے انسان کا خون کر دینا کچھ

۱۔ تفصیل پیسہ اخبار لاہور ۲ دسمبر ۱۹۰۷ء میں موجود ہے۔

۲۔ پیسہ اخبار ۲۳ دسمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۶ کالم ۳۔

۳۔ اس حقیقت کا واضح ثبوت یہ ہے کہ حضرت اقدس کے لیکچر ”پیغام صلح“ کا اشتہار

شائع کرنے والوں میں ان سب مشاہیر کا نام ہے (ملاحظہ ہو پیغام صلح)

بات نہ سمجھتی ہو وہ حاکم ہو کر کیا انصاف کرے گی؟
اس سے بڑھ کر یہ کہ حضور نے اپنے عہد مبارک کے آخری سالانہ جلسہ کے موقع پر
واضح انتباہ فرمایا :-

”ہندوؤں سے بالکل جوڑ نہ رکھیں اگر انگریز

آج یہاں سے نکل جاویں تو یہ ہندو مسلمانوں کی
بوٹی بوٹی کر دیں۔“

حضرت بانی جماعت احمدیہ کے مندرجہ بالا اثرات سے مسلمانان ہند کی جداگانہ
تنظیم کی ضرورت اور تحریک پاکستان کے پس منظر پر کمال روشنی پڑتی ہے۔ ۱۹۰۵ء
کے جلسہ سالانہ کے بعد حضرت بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام نے اپنی وفات سے قبل
آخری تصنیف ”پیغام صلح“ میں دو قومی نظریہ کی زبردست تائید کی اور مسلم لیگ
کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا :-

”یہ بات ہر ایک شخص باسانی سمجھ سکتا ہے کہ

۱ اخبار بدر ۹ مئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۳

۲ اخبار الحکم ۱۰ جنوری ۱۹۰۸ء

۳ حضرت بانی جماعت احمدیہ نے ۱۹۰۷ء میں ہندوؤں خصوصاً بنگالی ہندوؤں کی نسبت
جس رائے کا اظہار فرمایا تھا اس کی حقانیت پر سقوطِ ڈھکے اور بنگلہ دیش کے روح فرسا حالات
نے مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

مسلمان اس بات سے کیوں ڈرتے ہیں کہ اپنے جائز حقوق کے مطالبات میں ہندوؤں کے ساتھ شامل ہو جائیں اور کیوں آج تک اُن کی کانگریس کی شمولیت سے انکار کرتے رہے ہیں اور کیوں آخر کار ہندوؤں کی درستی رائے محسوس کر کے اُن کے قدم پر قدم رکھا مگر الگ ہو کر اور اُن کے مقابل پر ایک مسلم انجمن قائم کر دی مگر اُن کی شراکت کو قبول نہ کیا۔

صاحبو! اس کا باعث دراصل مذہب ہی ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔“ (پیغام صلح صفحہ ۶۸-۶۹)

آپ کے اس واضح مسلک کے مطابق احمدیوں کی تمام قومی ہمدردیاں جو ابتدا ہی سے مسلم لیگ کے ساتھ وابستہ ہو گئی تھیں حضرت حاجی الحرمین مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت (مئی ۱۹۰۸ء تا مارچ ۱۹۱۴ء) میں اور زیادہ نمایاں ہو گئیں اور احمدیہ پریس اور خصوصاً حضرت میر قاسم علی صاحبؒ کی ادارت میں دہلی سے نکلنے والے جماعتی آرگن ”الحق“ نے تو مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں ایسے ایسے پرزور اور شاندار ادارے اور نوٹ شائع کئے جو اپنی نظیر آپ تھے اور جو تحریک پاکستان کی تاریخ

میں ہمیشہ سنہری حروف سے لکھے جائینگے، قادیان سے شائع ہونے والے جرائد و رسائل میں سے اخبار بدر نے بھی مسلم لیگ کے حق میں آواز بلند کی۔

(ملاحظہ ہو "بدر" ۵ اکتوبر ۱۹۱۱ء)

اس اخبار نے قائد اعظم محمد علی جناح کے اس بل کا ترجمہ بھی شائع کیا جو آپ نے ۱۷ مارچ ۱۹۱۱ء کو وائسرائے کی کونسل میں مسودہ قانون وقت علی الاولاد کے تعلق میں پیش فرمایا تھا علاوہ ازیں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس ۱۹۱۳ء کی منظور شدہ قرار دادوں کا مکمل متن بھی شامل اشاعت کیا۔

(اخبار بدر ۲۲ اپریل صفحہ ۱۳، ۱۴)

مسلم لیگ کے قیام و بنیاد کے وقت کسی مسلمان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ مسلم لیگ ایک ایسے زمانہ میں جبکہ مسلمانوں کو اپنی مستقل اور جداگانہ تنظیم کی سب سے زیادہ ضرورت ہوگی اپنی انفرادیت کو نظر انداز کر کے کسی وقت محض آل انڈیا نیشنل کانگریس کی تابع مہمل بن کر رہ جائیگی، مگر حضرت بانی جماعت احمدیہ کی کشفی قوت ملاحظہ ہو کہ آپ نے ۱۹۰۷ء میں فرمایا کہ "مسلم لیگ بھی کانگریس کا رنگ اختیار کرے گی" لہٰذا نیز "پیغام صلح" میں پیشگوئی فرمائی کہ ممکن ہے کہ منافقانہ طور پر ہندو مسلم کا میل جول بھی ہو جائے مگر یہ مصالحت و اتحاد دھرم گز ویر پائیں ہوگا جب تک مذہبی لحاظ سے دلوں کی کدورتیں ختم نہ ہوں۔ (صفحہ ۶۹-۷۰)

چنانچہ آپ کی یہ فراست مستقبل میں سو فیصدی درست ثابت ہوئی، ۱۹۱۳ء کے اجلاس لکھنؤ میں مسلم لیگ نے کانگریس کا رنگ اختیار کر لیا اور کانگریس کی ہمنوا بنکر ایسے وقت میں اپنا نصب العین سلیف گورنمنٹ قرار دے دیا جبکہ مسلم قوم کا کوئی

۱۔ سیرت مسیح موعود از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ

مضبوط اور متحدہ سیاسی مرکز موجود نہ تھا اور اس صورت میں ہندوستان کی آزادی کا نتیجہ
سوائے اس کے کچھ برآمد نہ ہو سکتا کہ مسلمان منتقل طور پر ہندوؤں کے غلام بن جاتے
بالفاظ دیگر ہندو جس جدوجہد کو آزادی کا نام دے رہے تھے وہ ان حالات میں مسلمانوں
کے لیے صریحاً تحریک بربادی تھی چنانچہ مسلم لیگ کے عصب اول کے لیڈر نواب
وقار الملک نے ایک بار فرمایا :-

”اگر خدا نخواستہ کسی وقت ہندوستان میں انگریزی
حکومت نہ رہے تو ہمیں ہندوؤں کا محکوم ہو کر رہنا
پڑے گا اور ہماری جان و مال و آبرو سب خطرے
میں ہوں گے۔“

یہ بات اتنی واضح ہے کہ جناب مودودی صاحب جیسے انسان جنہوں نے اس
زمانہ میں گاندھی جی کی سیرت پر کتاب لکھنے کا شرف حاصل کیا تھا اب کھلے لفظوں
میں اعتراف کر رہے ہیں کہ ہندو مسلم اتحاد ہوا اور کانگریس کے سامنے مل کر مسلمانوں نے
کام شروع کیا اور سرکار کی آوازیں ہر طرف بلند ہونے لگیں۔۔۔۔۔ ہندو مسلم کے لیے
یہ بات سب سے زیادہ مفید تھی کیونکہ وہ اکثریت ہیں تھے وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہندوستان
کے تمام باشندوں کو ایک قوم قرار دے کر جو جمہوری نظام بھی قائم ہوگا اس کا سارا

لے پاکستان اور اسلامی حکومت کی تشکیل محمد اسماعیل صاحب نظامی (ناشر نظامی پبلشنگ کمپنی مرزا لاہور
لے خودنوشت سوانح مشمولہ مولانا مودودی اپنی اور دوسروں کی نظر میں۔۔۔۔۔ ص ۳۳۳)

فائدہ انہی کو حاصل ہو گا اور آخر کار مسلمان ان کے ماتحت بلکہ ایک طرح سے ان کے عملاً غلام بن کے رہ جائیں گے۔^۱

المختصر مسلم لیگ نے جب قومی تنظیم اور مرکزیت کو مستحکم کئے بغیر سیف گورنمنٹ کا کانگریسی فارمولہ مسترد نہیں ہی اپنا لیا تو دونوں پارٹیوں میں صرف نام کا فرق رہ گیا، چنانچہ منشی غلام قادر فرخ آل انڈیا مسلم لیگ کی ابتدائی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:-
 ”اس کے جیسے مختلف شہروں میں اس انداز سے ہوتے رہے جیسے کانگریس کے مطالبات بھی تقریباً ایک سے ہوتے تھے فرق صرف نام کا تھا وہ نیشنل کانگریس یہ مسلم لیگ“^۲
 پھر لکھتے ہیں:-

”نصب العین آزادی کے بعد مسلم لیگ اور نیشنل کانگریس کا چولی دامن کا ساتھ ہو گیا اور عموماً ایک ہی مقام پر جلسے اور ایک ہی قسم کے ریڈیویشن منظور ہونے لگے۔“^۳

اس خطرناک پالیسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندو کانگریس مضبوطی سے مضبوط تر ہوتی گئی اور مسلمان ہندوؤں کی چلائی ہوئی خلافت عدم موات اور ہجرت جیسی شورش انگیز تحریکوں میں شامل ہو کر تباہ برباد ہو گئے، تحریک پاکستان کے مورخ میاں محمد مرزا دہری لکھتے ہیں:-

۱۔ ”جماعت اسلامی کے ۱۰ سال“ صفحہ ۹-۱۰ طبع اول ستمبر ۱۹۷۰ء

۲۔ ”سفید حیات“ صفحہ ۲۴

۳۔ ”

”کچھ دنوں کے بعد جب مورخ کا بے رحم قلم اس ایچی ٹیشن کے جذبی اثر سے آزاد ہو کر اس کا جائزہ لے گا اور خالص سیاسی نقطہ نظر سے اسے جانچے گا تو ایچی ٹیشن کا یہ سارا دور اپنی ہنگامہ خیز رویوں کے باوجود اسے ایک ایسا ہی نتیجہ سیاسی بحران نظر آئے گا جس نے مسلمانوں کی قومی خوداری کا خاتمہ کر کے رکھ دیا۔۔۔۔۔ ہندوؤں کا پروگرام تھا ہندو ہی اس کے رہنما تھے، مسلمانوں کی حیثیت اس ایچی ٹیشن میں ان کے آلہ کار سے زیادہ نہیں تھا۔ اس وقت تک ان سے کام لیا جب تک انہیں ضرورت رہی“ لے

اس حقیقت پر شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے اپنے ۱۸ مارچ ۱۹۲۸ء کے خط میں بابر الفاظ روشنی ڈالی :-

”اسلام کا ہندوؤں کے ہاتھوں بک جانا گوارا نہیں ہو سکتا افسوس اہل خلافت اپنی اصلی راہ سے بہت دور جا پڑے وہ ہم کو ایک ایسی قومیت کی راہ دکھا رہے ہیں جس کو کوئی مخلص مسلمان ایک منٹ کے لیے بھی قبول نہیں کر سکتا“ لے

لے مسلمان ہند کی حیات سیاسی صفحہ ۱۰۹

لے اقبال نامہ حصہ اول صفحہ ۱۵۸

ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں:-

”ہندی مسلمانوں کے کام اب تک محض اس وجہ سے

بگڑے رہے کہ یہ قوم ہم آہنگ نہ ہو سکی اور اس

کے افراد اور بالخصوص علماء اوروں کے ہاتھوں

کٹ پتلی بنے رہے۔“

۱۹۱۳ء سے ۱۹۲۲ء تک کے اس دور میں جبکہ مسلمان عوام اور علماء اوروں

کے ہاتھوں کھیل رہے تھے، ملک میں تنها جماعت احمدیہ ہی ایک دینی جماعت تھی جو

ثابت قدمی سے اپنے محبوب امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کی زیر قیادت

مسلم لیگ کی حقیقی روح اور بنیادی اغراض و مقاصد کی علمبردار بنکر مسلم قومیت

کا پرچم لہرائی رہی اور نہ صرف خود ہندوؤں کے اٹھائے ہوئے فتنوں سے کلینہ الگ

رہی بلکہ اس نے دوسرے مسلمانوں کو بھی ان شراردوں سے بچانے کا کوئی دقیقہ فرو گذار

نہیں کیا۔ یہی وہ بیجان خیر دور ہے جس میں حضرت امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین

محمود احمد نے ”معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا رویہ“ ”ترک موالات اور اسلام“ جیسی بے نظیر

کتابیں لکھ کر مسلمانان ہند کی بروقت راہ نمائی فرمائی اور ان کی صحیح منزل کو متعین کر دیا۔

اگر مسلمان زعماء اس مرد مجاہد کی آواز پر لبیک کہتے تو ملک کا نقشہ ہی کچھ اور

ہوتا اور مسلمانوں کی آزادی کی منزل بہت نزدیک آجاتی مگر انہوں نے جب دشمنان اسلام

کے ہاتھوں ان کا ناقابلہ حیات نہایت بیدردی سے لٹ چکا، اور ۱۹۲۳ء میں شدھی

اور سنگسٹن کی تحریکوں نے ہندو کے خوفناک عزائم کو بے نقاب کر دیا تو مسلمانوں کی آنکھیں
 کھلنا شروع ہوئیں، یہاں تک کہ شاہ ۱۹۱۷ء میں کتاب ”زنگیلاریسوں“ اور رسالہ ”ورتمان“
 کی اشاعت نے اُن پر زلزلہ سا طاری کر دیا، اور وہ مسلم لیگی زعماء بھی جو کانگریس کے پیٹ
 فارم سے مسلم قوم کی ترقی اور بہبود کی امیدیں لگائے بیٹھے تھے بالآخر حالات کے تقاضے اور
 حضرت مصلح موعود اور جماعت احمدیہ کی کوششوں سے دوبارہ ”جداگانہ نیابت“ کی منزل
 کی طرف پلٹنے پر مجبور ہو گئے۔

ع یک بعد از خرابی بسیار

تیسری فصل

جداگانہ نیابت کا بنیادی مطالبہ

اور

مسلمانوں کی یکجہتی کے لیے مساعی

اس باب میں حضرت امام جماعت احمدیہ اور آپ کی زید ہدایت احمدیوں نے جو ناقابل فراموش خدمات انجام دیں وہ اپنی نظیر آپ ہیں۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد نے ۲۲ جون ۱۹۲۲ء کو اجلاس مسلم لیگ کے لیے اور ۱۶ جولائی ۱۹۲۵ء کو آل مسلم پارٹیز کانفرنس منعقدہ امریکہ دوپیش قیمت مضامین سپرد قلم فرمائے جن میں مسلم اقلیت کی قومی حیات کے لیے نہایت قیمتی نصائح فرمائیں پھر ۱۹۲۷ء میں شملہ کانفرنس کے دوران قائد اعظم محمد علی جناح اور دوسرے سیاسی رہنماء پر مسلمانوں کی جداگانہ نیابت کی ضرورت روز روشن کی طرح نمایاں کر دکھائی پھر یہ جماعت احمدیہ کے مقدس امام ہی تھے جنہوں نے مسلم لیگ کے ارباب عمل و عقد کی توجہ اس اہم انقلابی نکتہ کی طرف مبذول کرانی کہ:-

”مسلم کی تعبیر مذہبی خیال سے اور ہے اور سیاسی

نقطہ خیال سے اور مذہبی نقطہ خیال تو مختلف فرق

اسلام کے نزدیک وہ لوگ مسلم ہیں جو ان اصولی مسائل

میں جن پر وہ اپنے نزدیک بنائے اسلام رکھتے ہیں متفق

ہوں اور سیاسی نقطہ خیال کے مطابق ہر شخص جو رسول کریم

پر ایمان لانے کا مدعی ہے اور آپ کی شریعت کو منسوخ

نہیں قرار دیتا اور کسی جدید شریعت کا قائل نہیں ہے فقط

مسلم کے دائرہ کے اندر آ جاتا ہے۔۔۔۔۔ پس ضروری

ہے کہ مسلم لیگ کے دروازے ہر ایک اس فرقہ کے

یہ کھلے ہوں جو اپنے آپ کو مسلم کہتا ہے خواہ اس

کو دوسرے فرقوں کے لوگ مذہبی نقطہ نگاہ سے کافر

ہی سمجھتے ہوں اور اس کے کفر پر تمام علماء کی مہربانی

ثابت ہوں۔ (اساس الاتحاد صفحہ ۳۰۳)

مسلم کی یہی تعریف آئندہ چل کر مسلمانان ہند کو مسلم لیگ کے واحد پلیٹ

فسام پر جمع کرنے کا موجب بنی جس کے نتیجے میں تحریک پاکستان کی منزل کامیابی سے

ہمکنار ہوئی، چنانچہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے مسلم لیگ کا نفرنس میرٹھ میں فرمایا

”اس (مسلم لیگ) نے اپنے دستور میں اعلان کر دیا ہے کہ ہماری مراد مسلم کے لفظ سے صرف اس قدر ہے کہ اس میں شریک ہونے والا اسلام کا دعویٰ رکھتا ہو اور اس کا کلمہ پڑھتا ہو کیونکہ مسلم لیگ کوئی مفتیوں کی جماعت نہیں علماء کے فتاویٰ اپنی جگہ پر قائم رہیں گے صرف غیر کلمہ گو یوں کے مقابلہ میں قدرے توسیع کیا گیا ہے“

(خطبہ صدارت صفحہ ۱۵، ۱۶)

حضرت امام جماعت احمدیہ نے مسلم لیگ کو مضبوط بنانے کے لیے ہمیشہ ہر ممکن اخلاقی، آئینی اور مالی ذرائع سے اعانت فرمائی اور صدر انجمن احمدیہ کا ریکارڈ ڈاؤن لوڈ نہ لے سکیں اس کی منہ بولتی شہادت دیتا ہے، ارجن سنگھ صاحب عاجز ایڈیٹر اخبار ”زمکین“ امرتسر نے اپنی کتاب ”سیر قادیان“ میں لکھا،

”جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ احمدی جماعت مسلم لیگ کے طرز عمل کی حامی ہے چنانچہ ذمہ دار احمدیوں سے تنہا خیالات کرنے کے بعد ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ان لوگوں نے مسلم لیگ کے مفاد کی تکمیل کی خاطر ہزار ہا روپیہ خرچ کرنے کے علاوہ اپنی تمام خوشیں مسلم لیگ کی کامیابی کے لیے وقف رکھی ہوئی ہیں“

پرتھی فصل

نہرو رپورٹ کے خلاف جدوجہد

نہرو رپورٹ نے ملک میں وحدانی طرز حکومت کی تائید کر کے مسلمانوں کو مستقل طور پر ہندوؤں کا غلام بنانے کی سازش کی تھی جسے ناکام بنانے کا سہرا حضرت امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کے سر پہے جنہوں نے ۱۹۴۷ء میں مسلمانوں کے حقوق اور نہرو رپورٹ کے نام سے ایک باطل شکن کتاب لکھی اور مسلمانوں کے مطالبات کا ناقابل تردید دلائل کے ساتھ معقول ہونا ثابت کیا۔ نیز مسلمانوں کو قیمتی نصیحت فرمائی۔۔۔

”نہیں یہ نہیں کہتا کہ ہندوستان کی آزادی کے لیے کوشش نہ کرو جبکہ انگلستان نے فیصلہ کر دیا ہے کہ ہندوستان کو نیابتی حکومت کا حق ہے اس کے لیے ہو جائے کوشش کی جائے اس میں اپنے دوسرے بھائیوں کا شریک ہوں۔ مگر جو چیز مجھے پرگراں ہے اور میرے دل کو بٹھائے دیتی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے حقوق کی حفاظت کئے بغیر آئندہ طریق حکومت پر راضی ہو جائیں۔ اس کے نتائج نہایت تلخ اور نہایت خطرناک نکلیں گے اور مسلمانوں کو چاہیے کہ جب تک کہ دونوں مسلم لیگ کی پیش کردہ تجاویز کو قبول نہ کر لیا جائے اس وقت تک وہ کسی صورت میں بھی سمجھوتے پر

راضی نہ ہوں، ورنہ جو خطرناک صورت پیدا ہوگی اس کا تصور کر کے بھی دل
کا پٹتا پیسے۔ (مسلمانوں کے حقوق اور ذمہ داریاں)

اس زمانہ میں رئیس الامیر مولانا محمد رفیع صاحب جوہر نے اپنے اخبار ”ہمدرد“
میں ستمبر ۱۹۳۷ء میں حضرت امام جماعت احمدیہ اور آپ کی جماعت کی اسلامی خدمات
پر زبردست خراج تحسین ادا کیا۔ چنانچہ انہوں نے لکھا:-

”شکر گزاری ہوگی کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کی اس
منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں جنہوں نے اپنی تمام تر

توجہات بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی ہمدردی

کے لیے وقف کر دی ہیں۔ یہ حضرات اس وقت اگر
ایک جانب مسلمانوں کی سیاست میں دلچسپی لے رہے ہیں

تو دوسری طرف مسلمانوں کی تنظیم تبلیغ و تجارت میں بھی

انتہائی جدوجہد سے متہمک ہیں اور وہ وقت دور نہیں جبکہ

اسلام کے اس منظم فرقہ کا طرز عمل سوا د اعظم اسلام کے

لیے بالعموم اور ان اشخاص کے لیے بالخصوص جو بسیم اللہ

کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمت اسلام کے بلند بانگ دور

باطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں مشعل راہ ثابت ہوگا۔

جن اصحاب کو جماعتِ قادیان کے اس جلسہ عام میں جس میں مرزا صاحب موصوف نے اپنے عزائم اور طریق کار پر اظہارِ خیالات فرمایا شرکت کا شرف حاصل ہوا ہے وہ ہمارے خیالی کی تائید رکھتے بغیر نہیں رہ سکتے۔

(ہمدرد دہلی ۲۶ ستمبر ۱۹۲۷ء)

اسی طرح اخبار ”مشرق“ گورکھپور نے لکھا۔

”جناب امام صاحب جماعت احمدیہ کے احسانات تمام مسلمانوں پر ہیں آپ ہی کی تحریک سے ورتمان پر مقدمہ چلایا گیا آپ کی ہی جماعت نے رنگید رسول کے معاملہ کو آگے بڑھایا، سرفروشی کی اورجیل خانے جانے سے خوف نہیں کھایا، آپ ہی کے پیفلٹ نے جناب گورنر صاحب بہادر پنجاب کو عدل و انصاف کی طرف مائل کیا آپ کا پیفلٹ ضبط کر لیا مگر اس کے اثرات کو زائل نہیں ہونے دیا اور لکھ دیا کہ اس میں پوسٹر کی غلطی محض اس لیے ہے کہ اشتعال نہ بڑھے اور اس کا تدارک نہایت عادلانہ فیصلے سے کر دیا اور اس وقت

ہندوستان میں پختہ فرقے مسلمانوں کے ہیں

سب کسی نہ کسی وجہ سے انگریزوں یا ہندوؤں یا

دوسری قوموں سے مرعوب ہو رہے ہیں صرف

ایک احمدی جماعت ہے جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں

کی طرح کسی فرد یا جمعیّت سے مرعوب نہیں ہے

اور خاص اسلامی کام سرانجام دے رہی ہے۔

(مشرق ۲۲ ستمبر ۱۹۷۷ء)

ۛ ہے اکیلا کفر سے زور آزما احمدی کی روح ایمانی تو دیکھ

پانچویں فصل

راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں مسلم اقلیت کے حقوق کے لیے موثر آواز

نومبر ۱۹۳۳ء میں پہلی گول میز کانفرنس لندن میں شروع ہوئی، اس کانفرنس میں مسلم اقلیت کے حقوق کی موثر ترجمانی کا حق حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد نے ہندوستان کے موجودہ سیاسی مشے کا حل "عینی معرکہ الازاد کتاب لکچر" واکب۔ جس پر علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، ڈاکٹر ضیاء الدین علی گڑھ اور سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون جیسے چوٹی کے مسلمان لیڈروں نے نہایت عمدہ پیرایہ میں تبصرے کئے۔ اخبار "ہمت" لکھنؤ نے ۵ دسمبر ۱۹۳۳ء کے پرچے میں یہاں تک لکھا کہ :-

"ہمارے خیال میں اس قدر ضخیم کتاب کا اتنی قلیل مدت میں اردو میں لکھا جانا، انگریزی میں ترجمہ ہو کر طبع ہونا، اغلاط کی درستی، حروف کی صحت اور اس سے متعلقہ سینکڑوں وقتوں کے باوجود تکمیل پانا

اور فضائی ڈاک پر لنڈن روانہ کیا جانا اس کا بہن
ثبوت ہے کہ مسلمانوں میں بھی ایک ایسی جماعت ہے
جو کہ اپنے نقطہ نظر کے مطابق اپنے فرائض سمجھ کر وقت
پر انجام دیتی ہے اور نہایت مستعدی اور تندہی
کے ساتھ۔

شمالی ہندو کے مشہور مسلمان اخبار سیاست کے مدیر شہیر مولانا غلام رسول
صاحب قمریہ لکھا :-

”ہندوئی اختلافات کی بات چھوڑ کر دیکھیں تو جناب
بشیر الدین محمود احمد صاحب نے میدان تصنیف
تالیف میں جو کام کیا ہے وہ بلحاظ ضخامت و افادہ
ہر تعریف کا مستحق ہے اور سیاسیات میں اپنی جماعت
کو عام مسلمانوں کے پیو بہ پیو چلانے میں آپ نے جس
اصول عمل کی ابتداء کر کے اس کو اپنی قیادت میں کامیاب
بنایا ہے وہ بھی ہر مصنف مزاج مسلمان اور حق شناس

انسان سے خراج تحسین وصول کر کے رہتا ہے آپ کی
سیاست کا ایک زمانہ قائل ہے اور نروڈ رپورٹ
کے خلاف مسلمانوں کو مجتمع کرنے میں مسائل
حاضرہ پر اسلامی نقطہ نگاہ سے مدلل بحث کرنے اور
مسلمانوں کے حقوق کے متعلق استدلال سے مملوک ہیں
شائع کرنے کی صورت میں آپ نے بہت ہی قابل
تعریف کام کیا ہے۔“

(سیاست ۲ دسمبر ۱۹۳۷ء)

برصغیر کے ممتاز و معروف صحافی علامہ عبد المجید خاں سالک نے اس کتاب کی
نسبت یہ رائے دی کہ :-

”جناب مرزا صاحب نے اس تبصرہ کے ذریعہ بہت بڑی خدمت
انجام دی ہے بڑی بڑی اسلامی انجمنوں کا کام تھا جو مرزا صاحب نے
انجام دیا۔“

(الغلاب ۱۶ نومبر ۱۹۳۷ء)

چھٹی فصل

قائد اعظم کی لندن سے واپسی کیلئے کامیاب تحریک

قائد اعظم محمد علی جناح ہندو ذہنیت اور کانگریس میں شامل علماء کے مسلم کش رویہ سے گول میز کانفرنس کے دوران ہی سخت مایوس ہو گئے اور ہندوستان کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہنے کا فیصلہ کر کے انگلستان میں رہائش اختیار کر لی۔ قائد اعظم خود اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:-

”میں حیران ہوں کہ میری فی خودداری اور وقار کو کیا ہو گیا تھا میں کانگریس سے قطع و منہ ہمت کی بھیک مانگا کرتا تھا میں نے اس مسئلہ کے حل کے لیے اتنی مسلسل اور غیر منقطع مساعی کیں کہ ایک انگریز اخبار نے لکھا مسٹر جناح ہندو مسلم اتحاد کے مسئلہ سے کبھی نہیں ٹھکتے لیکن گول میز کانفرنس کے زمانہ میں مجھے اپنی زندگی کا سب سے بڑا صدمہ پہنچا، جیسے ہی خطروں کے آثار نمایاں ہوئے ہندویت، دل و دماغ کے اعتبار سے۔ اس طرح نمایاں ہوئی کہ اتحاد کا امکان ہی ختم ہو گیا۔ اب میں مایوس ہو چکا تھا مسلمان بے سہارا اور ڈانوا ڈول ہو رہے تھے کبھی حکومت کے بار وفاداران رہنماؤں کے لیے میدان میں آ موجود ہوتے تھے کبھی کانگریس کے نیاز مندان خصوصاً ان کی قیادت کا

کافر یا ادا کرنے لگتے تھے مجھے اب ایسا محسوس ہونے لگا کہ میں ہندوستان
کی کوئی مدد نہیں کر سکتا نہ ہندو ذہنیت میں کوئی خوشگوار تبدیلی کر سکتا
ہوں نہ مسلمانوں کی آنکھیں کھول سکتا ہوں آخر میں نے لندن ہی میں
بودوباش کا فیصلہ کر لیا۔

(قائد اعظم اور ان کا عہد صفحہ ۱۹۱-۱۹۲ مولفہ مولانا شبلی احمد حسینی)

قائد اعظم کے اس فیصلہ سے کانگریسی ہندو اور کانگریس نواز مسلمانوں کی خوشیوں کا
کوئی ٹھکانہ نہ تھا مگر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد اقام جاعت احمدیہ کا درد مند دل
اس صورت حال کو دیکھ کر ٹرپ اٹھا کہ مسلمانان ہند اپنے ایک محبوب سیاسی لیڈر
کی براہ راست قیادت سے محروم ہو گئے ہیں اور مسلم سیاست پر وہ لوگ مسلط ہو
رہے ہیں جو مسٹر گاندھی کو بالخصوص بنی مانتے ہیں چنانچہ امیر شریعت احرار مسیحہ
عطا اللہ شاہ بخاری نے مسجد خیر الدین امرتسر میں کہا ”میں مسٹر گاندھی کو بنی بالخصوص مانتا
ہوں“ (اخبار اتفاق و ذوالفقار بحوالہ ”رہنمائے تبلیغ“ صفحہ ۱۳۹-۱۴۰ مولفہ

مسید محمد طفیل شاہ صاحب)

ایک اور موقع پر مہاتما گاندھی کو موسیٰ وقت قرار دیتے ہوئے کہا :-
”بالتشبیہ اور بے تمثیل مہاتما کا میم اور موسیٰ کا میم برابر ہے ہر فرعون نے
راموسی“ (مقدمات امیر شریعت صفحہ ۶۸، ۶۹ ناشر مکتبہ حیدر)

بعد ازاں امیر شریعت احرار نے تو ایک بار کس کر اپنے خطرناک عزائم کا یوں
اظہار بھی کر دیا :-

”بلاشبہ پنڈت جواہر لال نہرو جی نے بھی یہ آزادی کا جھنڈا بھنڈ کیا

شکند انہیں استقامت دے اور دن و گنی اور رات چوگنی ترقی
 دے مگر یہ نعمت چونکہ ہم نے چھینی ہے اس لیے ہمارا
 فرض ہے کہ اسے حاصل کر کے پنڈت جی کی خدمت
 میں پیش کریں۔۔۔۔۔ کوشش کرو کہ ہر مسلمان جو اہر
 لال نہرو جیسا خطبہ پڑھے مسلمانوں کا حق ہے کہ آزادی
 حاصل کر کے دیگر اقوام کے سامنے بطور تحفہ پیش کریں اور
 خود خدمت خلق میں مصروف ہو جائیں ہم کو کسی چیز
 پر قابض ہو کر تسلط جما کر بیٹھنا نہیں چاہیئے۔

(اخبار مجاہد ۱۱ مئی ۱۹۳۶ء صفحہ ۴۴ کالم ۱-۲)

دوسری طرف اُن کی رائے یہ تھی کہ :-

”جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سوڑ ہیں اور
 سوڑ کھانیاں کھاتے ہیں۔“

(پنجستان ص ۱۵۵ از مولانا محمد علی خاں)

شاد جی کی بہنوئی میں مولوی حبیب الرحمن صاحب لدھیانوی صدر احرار یہ عقیدہ

بھی رکھتے تھے۔

”دس ہزار جینا اور شوکت اور ظفر جواہر لال نہرو
کی جوتی کی نوک پر قربان کئے جا سکتے ہیں۔“

(چمنستان از مولانا ظفر علی خاں ص ۱۶۵)

ان لوگوں کا واضح مسلک یہ تھا کہ ”خطرہ نہ یہود سے ہے
نہ ہنود سے بلکہ خطرہ خود ان نیک دل اور سادہ لوح
تیمارداروں سے ہے جو ملت اسلامیہ کے مرد بیمار کے مداوا
کے لیے مسلم لیگ اور اس کے رہنماؤں کی جدوجہد اور عملی
پروگرام پر آپس لگاٹے بیٹھے ہیں۔“

(مجلس احرار اور مسلم لیگ ص ۱۷۷ شائع کردہ مجلس احرار اسلام باغیانپورہ)

ظاہر ہے کہ یہ صورت حال ہندوؤں کے لیے انتہائی مفید اور ملت اسلامیہ کے
لیے سخت مہلک اور ضرر رساں تھی چونکہ حضرت امام جماعت احمدیہ جناب قائد اعظم محمد علی
جناب ہی کو ان کی خدشات کے باعث قابل عزت اور قابل ادب سمجھتے تھے (لیکچر شملہ
صفحہ ۱۹-۲۰) اس لیے آپ نے منہم براہہ کر لیا کہ کسی نہ کسی طرح قائد اعظم کو اپنا فیصلہ
بدلنے اور پھر دوبارہ ہندوستان کو مسلمانان ہند کی تباہی کے فرائض بجالانے پر آمادہ
کیا جائے اس کے بعد حضرت امام جماعت احمدیہ کی ہدایت پر مولانا عبدالرحیم صاحب
ورد نے مارچ ۱۹۳۳ء میں ان کے دفتر واقع کیننگز پنچ ویو لنڈن

(KINGS BENCH WAZU LONDON) میں طاقات کی اور انہیں مسلمانان ہند کی خدمت کے لیے پبلک میں آنے، لنڈن کی احمدیہ مسجد میں ہندوستان کا مستقبل کے موضوع پر تقریر کرنے اور انہیں دوبارہ ہندوستان واپس تشریف لے جانے پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

ہندوستان پہنچ کر قائد اعظم نے مسلم لیگ کی قیادت دوبارہ اپنے ہاتھ میں سنبھال لی جس کے نتیجے میں مسلم لیگ کی نئی زندگی میں ایک نئی دور پیدا ہو گئی جس نے قرار داد پاکستان کی شکل میں مسلمانان ہند کیلئے ایک واضح منزل متعین کی اور اس کے حصول کی خاطر عظیم الشان جدوجہد کا آغاز کر دیا۔

ساتویں فصل

قرار داد پاکستان کی تائید میں مرکزی اور صوبائی انتخابات ۱۹۴۷-۴۸ء کے دوران مسلم لیگ کی پرجوش حمایت

قائد اعظم کی قیادت کا اہم ترین واقعہ قرار داد پاکستان ہے۔ ۲۹ مارچ ۱۹۴۷ء کو لاہور میں پاس ہوئی، اس قرار داد کے بعد سرسید، نور محمد، لکھنوی، ہندوستان آئے اور ہندوستان کی آزادی کا ایک، جدید فارمولا پیش کیا جسے مسلم لیگ اور کانگریس دونوں نے مسترد کر دیا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کی آزادی قطعی محال اور بالکل ناممکن دکھائی دینے لگی، عین اس تاریک اور گھٹا ٹوپ ماحول میں حضرت امام جماعت احمدیہ نے ۱۲ جنوری ۱۹۴۷ء کو ایک خطبہ جمعہ کے ذریعہ انگلستان اور ہندوستان دونوں کو مخالفت و مصالحت کی دعوت دی (الفضل، ۱ جنوری ۱۹۴۷ء) اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کی زبان کو بسا اوقات اپنی زبان بنالیتا ہے یہی صورت یہاں ہوئی آپ کے خطبہ کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے خود بخود یہ سامان پیدا کر دیا کہ چودہویں محمد ظفر اللہ خاں کو جو ان دنوں فیڈرل کورٹ آف انڈیا کے جج تھے کامن ویلتھ ریپبلکنز کانفرنس میں ہندوستان وفد کے قائد کی حیثیت سے انگلستان جانا پڑا جہاں آپ نے سرکاری نمائندہ ہونے کے باوجود انگلستان کے سامنے ہندوستان کی آزادی کا مطالبہ ایسے زور دار اور پر شوکت الفاظ میں رکھا کہ دنیا بھر میں تسکین محسوس ہوئی اور انگلستان کے سربراہ اور وہ اخبارات کے علاوہ ہندوستان کے مسلم و غیر مسلم پریس نے اس پر کثرت

تعمیراتی منسب ابن کھٹے پنا نچہ اخبار انقلاب نے "سر ظفر اللہ خاں کی صاف گوئی" کے عنوان سے لکھا۔

"چو پوری سر محمد ظفر اللہ خاں نے کامن ویلتھ کی کانفرنس منعقدہ لندن میں جو تقریر فرمائی وہ ہندو انگریز اور اتحادی ملکوں کے ہر فرد کے لیے دلی توجہ کی مستحق ہے کیا اس ستم ظریفی کی کوئی مثال مل سکتی ہے کہ جس ہندوستان کے پچیس لاکھ بہادر مختلف جنگی میدانوں میں جمعیتہ اقوام برطانیہ کی آزادی کو محفوظ رکھنے کی خاطر لڑ رہے ہیں وہ خود آزادی سے محروم ہے۔"

(انقلاب ۲۲ فروری ۱۹۴۵ء)

حیدر آباد دکن کے روزنامہ پیام ۲۲ فروری ۱۹۴۵ء نے لکھا۔

"سر ظفر اللہ کی آواز میں ایک گرج ہے ایک ہما کا ہے جس کو ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔"

ہندو اخبار پر بھارت ۲۲ فروری ۱۹۴۵ء نے یہ نوٹ شائع کیا۔

"ایک ایک ہندوستانی کو سر ظفر اللہ خاں کا ممنون ہونا چاہیے

کہ انہوں نے انگریزوں کے گھر جا کر حق بات کہہ دی۔"

اخبار پیتا پ ۲۲ فروری ۱۹۴۵ء نے لکھا۔

ہندوستان کے فیڈرل گورنمنٹ کے سر ظفر اللہ خاں آجکل لندن

گئے ہوئے ہیں آپ کامن ویلتھ ریشمنز کانفرنس میں ہندوستانی
ڈپٹی کمیشن کے لیڈر ہیں لندن میں آپ نے جو تقریریں کی ہیں
اُن سے ہندوستان تو کیا ساری کامن ویلتھ میں تہلکہ
مچ گیا ہے۔۔۔ آپ نے برطانوی حکمرانوں کو وہ کھری
کھری سنائیں کہ سننے والے دنگ رہ گئے برطانوی حکومت
کے درجنوں تنخواہ دار ایجنٹوں کے کئے کرائے پر آپ
کی ایک تقریر نے پانی پھیر دیا۔

چوہدری صاحب کی ان حریت پروڈ اور انقلاب انگیز تقریروں کا فوری اثر
برطانیہ کے عوامی اور صحافتی حلقوں سے بڑھکر براہ راست برطانوی حکومت پر یہ
ہوا کہ اس نے لارڈ ولول والٹر اسٹے ہند کو انتقال اقتدار کانیا فارمولا تجویز کرنے اور
مسلم و غیر مسلم زعماء کو مصالحت کی پیشکش کرنے کے لیے لندن طلب کر لیا، لارڈ
ولول برطانوی وزیر اعظم مسٹر چرچل اور کابینہ کے دوسرے ارکان سے مشورہ کے بعد
۵ جون کو نئی تجاویز لیکر ہندوستان میں پہنچ گئے۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد نے ۲۲ جون ۱۹۴۵ء کے خطبہ جمعہ میں
مسلمان اور ہندو لیڈروں کو نہایت دردِ دل کے ساتھ یہ پیغام دیا کہ انگلستان
کے لیے ہاتھ بڑھا رہا ہے، دو سو سال سے ہندوستان غلامی کی زنجیروں میں جکڑا
ہوا ہے وہ اس پیشکش کو قبول کر کے اُن دنوں نسلوں پر احسان غنیمت کریں۔ حضرت یہ

نصیب جمعہ اور اس کا انگریزی ترجمہ دونوں ہندوستانی بیڈروں تک پہنچا دیا گیا۔
مشہور ائمہ دین عالم جناب مولوی شمس الدین صاحب امرتسری نے اخبار اہمیت
میں اس خطبہ کے بعض اقتباسات دے کر یہ تبصرہ فرمایا:-

”یہ الفاظ کس جرئت اور حیرت کا ثبوت دے رہے
ہیں۔ کانگریسی تقریریں اس سے زیادہ نہیں ملتی
چالیس کروڑ ہندوستانیوں کو غلامی سے آزاد کرانے کا
دلولہ جس قدر خلیفہ جی کی اس تقریر میں پایا جاتا ہے
وہ گاندھی جی کی تقریر میں بھی نہیں ملے گا۔“

(امجدیث، امرتسر، جولائی ۱۹۴۵ء صفحہ ۴۴)

سیاسی بیڈروں کی کانفرنس ۵ جون سے یکم جولائی ۱۹۴۵ء تک جاری رہی
قائد اعظم محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے امتیازی کوشش کی کہ کسی طرح کانگریسی
ایڈرل بورڈ ریلیشن کے مطابق مسلمانوں کے حق خود ارادیت کی گارنٹی دے اور ملک
میں باب عارضی قومی حکومت قائم ہو جائے مگر کانگریس اس پر آمادہ ہونے کے لیے
تیار نہ ہوئی، قائد اعظم کی طرح حضرت امام جماعت احمدیہ کا بھی خیال تھا کہ اگر ہندو کانگریس
مسلمانوں کے حق خود ارادیت کو تسلیم کر لے تو ملک میں ایک قومی حکومت قائم ہو سکتی ہے
بلکہ آپ کا ایک عالمی تبلیغی جماعت کے پیشوا کی حیثیت سے یہ بین الاقوامی مسلک
تھا کہ ساری دنیا کی ایک حکومت قائم ہونا باہمی فسادات دور

ہوں اور انسانیت بھی اپنے جوہر دکھانے کے قابل ہو۔“

(الفضل ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۱)

اس ضمن میں آپ نے ہندوستان کی نسبت بالخصوص اس عزم کا اعلان فرمایا:

”ہم ہندوستان کو نہیں چھوڑ سکتے یہ ملک ہمارا ہندوؤں

سے زیادہ ہے ہماری سستی اور غفلت سے عارضی طور پر

یہ ملک ہمارے ہاتھ سے گیدھے ہمارے تلواریں جس مقام پر

جا کر گند ہو گئیں وہاں سے ہماری زبانوں کا حملہ شروع

ہو گا اور اسلام کے خوبصورت اصول پیش کر کے ہم اپنے

ہندو صحابیوں کو خود اپنا جزو بنالیں گے۔“

(الفضل ۲۰ اپریل ۱۹۴۷ء)

المختصر جب منابہمت کی کوئی صورت باقی نہ رہی تو والٹر لارڈ ویلن نے

۱۹ ستمبر ۱۹۴۷ء کو ملک میں نئے انتخابات کرانے کا اعلان کر دیا۔ اس پر قائد اعظم

محمد علی جناح نے مسلمانان ہند کے نام پیغام دیا۔

”ہمارے پیش نظر اہم مسئلہ آئندہ انتخابات کا ہے موجودہ حالات میں

انتخابات کو خاص اہمیت حاصل ہے انتخابات ہمارے لیے ایک آزمائش

کی صورت رکھتے ہیں۔۔۔۔۔ ہم رائے دہندگان کی اس امر کے بارے

میں دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا وہ پاکستان چاہتے ہیں یا ہندو راج

کے ماتحت رہنا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔ مجھے معلوم ہے کہ ہمارے خلاف بعض طاقتیں کام کر رہی ہیں اور کانگریس ارادہ کئے بیٹھی ہے کہ ہماری صفوں کو ان مسلمانوں کی امداد سے پریشان کر دیا جائے جو ہمارے ساتھ

نہیں ہیں مجھے افسوس ہے کہ وہ مسلمان ہمارے ساتھ نہیں ہیں بلکہ ہمارے دشمنوں کے ساتھ ہیں یہ مسلمان ہمارے خلاف مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے کام میں بطور کارندے استعمال کئے جا رہے ہیں یہ مسلمان سدائے ہوشے پرندے ہیں یہ صرف شکل و صورت کے اعتبار سے ہی مسلمان ہیں۔“

(اخبار انقلاب لاہور ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۸)

قائد اعظم کی یہ بات سو فیصدی درست نکلی کانگریس نے اپنے زر خرید علماء کو تحریک پاکستان، مسلم لیگ اور قائد اعظم کے خلاف پروپیگنڈا کے لیے پورے ملک میں پھیلا دیا، چنانچہ کانگریس کے خود کاشتہ پودے۔۔۔۔۔ مجلس احرار۔۔۔۔۔ کے لیڈروں نے یہاں تک وعظ فرمایا۔

”کتوں کو بھونکتا چھوڑ دو کاروان احرار کو اپنی منزل کی طرف پہنچنے دو احرار کا وطن نیکی سرمایہ دار کا پاکستان نہیں احرار اس پاکستان کو پسند کرتے ہیں۔“ (خطبات احرار ص ۱۰)

احراری اخبار آزاد نے اپنی ۹ نومبر ۱۹۴۷ء کی اشاعت میں لکھا :-

”پاکستان ایک خونخوار سانپ ہے جو ۱۹۴۷ء

سے مسلمانوں کا خون چوس رہا ہے اور مسلم لیگ کا

ہائی کمانڈ ایک سپیرا ہے۔“

احراریوں کے نزدیک قائد اعظم کا فر عظیم تھے چنانچہ منظر علی انظر کا مشہور شعر

ہے ۔

اک کافرہ کے واسطے اسلام کو چھوڑا یہ قائد اعظم ہے یا ہے کافر اعظم
احرار نے پاکستان کی نسبت جو واضح مسلک اختیار کر رکھا تھا وہ شیخ حسام

الدین صاحب بنی ۔ اسے کے الفاظ میں حسب ذیل ہے :-

اسلام کے باغی پاکستان سے ہم اس ہمنام

ہندوستان کو پسند کرینگے جہاں نماز، روزہ کی اجازت کے

ساتھ اسلام کے باقی عدل و انصاف کے پروگرام کے مطابق نظام

حکومت ہوگا۔ یعنی ہر شخص کو صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صدیق

اکبر اور فاروق اعظم کی زندگی پیروی میں محض ضروریات زندگی مہیت

کی جائیگی، اور کسی کو کسی دوسرے پر سیاسی یا اقتصادی فوقیت

نہ ہوگی۔۔۔۔۔ نظام اسلام کو چلانا اور امراء اور سلاطین کی ٹوٹ

لکھسوٹ سے لوگوں کو بچانا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن تھا۔

پس اگر محمد علی جناح اسلام کے اقتصادی اور سیاسی نظام کے خلاف
 کسی سرمایہ داری کے نظام کو چلائے تو نفع کیا اور اگر جواہر
 لال اور گاندھی خلفائے راشدین کی پیروی میں سوسائٹی
 میں نابرابری کے سارے نقوش کو مٹاتے چلے جائیں
 تو بطور مسلمان کے ہمیں نقصان کیا۔

(تاریخ احرار ص ۲۹۷)

احرار پاکستان دشمنی میں قائد اعظم محمد علی جناح پر بھی شرناک حملے کر رہے تھے
 اور کہہ کھوکھوتے تھے ”ہم اس کے سخت خلاف ہیں کہ لاکھوں مسلمانوں کی قربانی دے
 کہ کسی مزید جیسے مسلمان کے لیے تخت سلطنت بچھایا جائے۔“

(سید عطاء اللہ شاہ بخاری ص ۱۹۷ حوالہ جناب شورش کاشمیری)

جمعیت علمائے ہند نے ان دنوں تحریک پاکستان کے خلاف اپنی انتخابی مہم
 میں بے شمار مفلٹ اور رسائل شائع کئے جن میں پروپاگنڈا کیا کہ:-

”مسلم لیگ کی تاریخ مسلمانان ہند کی پیشانی پر داغِ ذلت ہے۔“

حقیقت یہ ہے کہ اس نام نہاد مسلم جماعت پر رعونت پسند سرمایہ داروں
 جہاں پرست نوابوں اور دشمن اسلام برطانیہ کے خطاب یافتہ غلاموں
 کا قبضہ ہے۔“

اور یہ کہ ”پاکستان انگریزی ایجنٹوں کا فریب ہے“ نیز لکھا ہے۔
 ”بلاشبہ پاکستان کا یہ تخیل سیاسی الہام ہے مگر ربانی الہام نہیں
 ہے۔ بلکہ قصرِ کنگم کا الہام ہے جو ڈاکٹر اقبال کو بھی جب ہی ہوا تھا
 جب وہ لندن سے قریب ہی زمانہ میں واپس تشریف لائے تھے اور
 وہ الہام دوبارہ اُس وقت پھر ہوا جبکہ مسلم لیگ کا وفد جو زیرِ سرِ گردگی
 چوہدری خلیق الزماں مصر اور لندن کا حج کرنے گیا تھا۔۔۔۔۔ اور
 جس کو عرصہ کے بعد مسٹر جناح نے اپنا یا اور لاہور میں پیش کرنے کی
 اجازت دی“ ۱۷

احرار اور جمعیتہ علماء ہند کی طرح مودودی جماعت بھی پاکستان کے بدترین
 مخالفوں میں شامل تھی اور شروع ہی سے یہ پراپیگنڈا کرتی آرہی تھی کہ تحریک پاکستان
 ایک قوم پرستانہ پروگرام ہے اور پاکستان اسلامی مقصد کے لیے اٹا قدم، غیر مسلم
 حکومت سے بھی بدتر ہے خدا کی نگاہ میں مبغوض و ملعون اور ناپاکستان ہے بلکہ مسلمانوں

۱۷ اراکین مرکزی مسلم پارلیمنٹری بورڈ کے ایک پمفلٹ کا عنوان۔

۱۸ ”تحریک پاکستان پر ایک نظر“ از مولف محمد حفیظ الرحمن سیوہاروی ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیتہ علماء
 ہند۔ مطبوعہ دہلی پرنٹنگ ورکس دہلی۔

۱۹ اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے ص ۱۷۔

۲۰ ایضاً ص ۲۱-۲۲۔

۲۱ ”مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۸۰-۸۱۔

مودودی صاحب نے نظریہ پیش کیا ہے کہ مطالبہ پاکستان محض ایک قومی
جنگ ہے اور اسلام کی لڑائی اور قومی لڑائی ایک ساتھ نہیں لڑی جاسکتی بلکہ
جماعت اسلامی نے انتخابات کے دوران تحریک پاکستان کے خلاف جو مورچہ
بندی کی تھی اس کا عملی شکریہ ادا کرنے کے لیے کانگریس کے سب سے بڑے ہندو لیڈر
گاندھی جی نے برابر تہنا میں تقریباً کاپر و گرام ترک کر دیا اور جماعت کے اجتماع پٹنہ
(منفقہ ۲۶ اپریل ۱۹۴۷ء) میں شرکت کی اور بہت اظہار مسرت کیا۔ پٹنہ کے
کانگریسی اخبار "سرچ لائٹ" SEARCHLIGHT کے سنڈے ایڈیشن مورخہ
۲۷ اپریل ۱۹۴۷ء میں یہ سب واقعات شائع ہو چکے ہیں۔

جہاں (قائد اعظم کی اصطلاح کے مطابق) کانگریس کے سدھائے ہوئے علماء نے
ایری چوٹی کا زور لگایا کہ مرکزی اور صوبائی انتخابات کے ذریعہ تحریک کا نام و نشان تک
مٹا دالیں وہاں حضرت مرزا بشیر الدین محمود امام جماعت احمدیہ نے ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو
ایک مفصل مضمون میں اعلان کر دیا کہ "مٹندہ انگلیشنوں میں ہر احمدی کو مسلم لیگ کی تائید کرنی چاہیے تا انتخابات
کے بعد مسلم لیگ بلا خوف و تردید کانگریس سے یہ کہہ سکے کہ وہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے اگر ہم اور دوسری مسلمان
جماعتیں ایسا نہ کریں گی تو مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کمزور ہو جائے گی اور ہندوستان

۱۷۲۶ء میں ترجمان فرودی ۱۷۲۶ء میں صفحہ ۴۱۵ تا ۱۶۰۔

۵۴. رد ادراجاً عن اسلامی حصۃ پنجم صفحہ ۶۴ - ۶۵

٩٢ " " " " " " ١٤٢ - ثم أيضاً صفحہ ٣، ١

(بقیہ کے صفحہ)

کے آئندہ نظام میں ان کی آواز بے اثر ثابت ہوگی اور ایسا سیاسی اور اقتصادی دھکا
مسلمانوں کو لگے گا کہ اور چالیس پچاس سال تک انکا مضبوطی مشکل ہو جائے گا اور جس
نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی عقل مند اس حالت کی ذمہ داری اپنے پر لینے کو تیار ہو۔
(المنفل ۱۰ راکتوبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱)

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ اس جماعتی پالیسی کے اعلان
سے قبل اپنے ایک خط میں بھی مسلم لیگ کی تائید میں یدایت جاری فرما چکے تھے۔ اس
خط کی نقل قائد اعظم محمد علی جناح کی فورسٹ میں بھجوانی گئی تو آپ نے امام جماعت
احمدیہ کے اس فیصلہ پر خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا اور امام جماعت احمدیہ کے الفاظ
پریس میں بغرض اشاعت بھجوا دیئے جو ایسوسی ایٹڈ پریس آف انڈیا کے حوالے سے
مسلم اخبار ڈان (دہلی) نے اپنی ۸ راکتوبر ۱۹۳۵ء کی اشاعت میں چھپے۔

جماعت احمدیہ نے اپنے دینی پیشوا کی آواز پر کس طرح شاندار طریق سے والہانہ
بلیک کیا اور مسلم لیگ کو کامیاب کرانے کا روح پرور مظاہرہ کیا، اس کا اندازہ مجلس
احرار اسلام قادیان کے ایک کتابچہ ”مسلم لیگ اور مرزا شیوں کی آنکھ مجھ پر مختصر تبصرہ“
سے آسانی لگ سکتا ہے یہ کتابچہ اکتوبر ۱۹۳۶ء میں شائع کیا گیا اور اس میں مسلم لیگ
اور جماعت احمدیہ کے قدیمی مراسم و روابط کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :-

بقیہ صفحہ سابع

انتخابات کے موقع پر کانگریس نے کس طرح اپنے احراری ایجنٹوں پر رویہ بھایا اور احراریوں
نے بندربانت کی، اس کی تفصیل شورش حسرت صاحب کی کتاب ”بوسے گل نالہ دل وود چراغ
مخمل“ صفحہ ۲۴ تا ۲۷ میں موجود ہیں۔

”صرف مسلم لیگ پارٹی ہی ایسی پارٹی تھی جس کے ساتھ مرزائیوں کو کچھ توقعات تھیں کیونکہ سر ظفر اللہ خاں مرزائی ۱۹۳۱ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر رہ چکے تھے۔۔۔ کانگریس اور مسلم لیگ میں تلخیاں بڑھیں اور پاکستان کا مطالبہ شروع ہوا۔۔۔۔۔ مرزا محمود اور اس کی پراپیگنڈا ایجنسی نے مسٹر جناح سے خط و کتابت کی مسٹر جناح نے یہ نہ سوچا کہ پولیٹیکل پالیسی اسلام کو کیا نقصان پہنچائے گی آخر مسٹر جناح نے مرزائیوں کو مسلم لیگ میں شامل کر لیا۔۔۔۔۔ ۳۰ جولائی ۱۹۴۴ء کو لاہور میں مسلم لیگ کی آل انڈیا کونسل کا اجلاس ہوا، مولانا عبدالحامد بدایونی۔۔۔ نے اس کونسل کے اجلاس میں ایک قرارداد پیش کرنے کا نوٹس دیا کہ مرزائی چونکہ مسلمان نہیں ہیں اس لیے ان کو نکال دیا جائے۔۔۔ جب یہ قرارداد پیش ہوئی تو مسٹر جناح نے اس پر بحث کی اجازت نہ دی، بھلا لیگی نقار خانے میں مذہبی باتیں کس طرح کامیاب ہو سکتی ہیں وہاں تو ہر بات میں جناح یا جناح نمایگی امراء کے رحم پر لیگ میں رہنا پڑتا ہے۔۔۔ چنانچہ سال ۱۹۴۵ء میں جب ویول کانفرنس کے بعد انتخابات کا زمانہ شروع ہوا تو مرزائیوں اور لیگیوں میں خفیہ ساز باز شروع ہوئی۔۔۔ مرزا محمود خلیفہ قادیان نے اکتوبر کے مہینہ میں ایک اہم اعلان کیا راگے اس اعلان کے بعض فقرے درج کرنے کے بعد لکھا، یہ مقالہ کسی تشریح کا محتاج نہیں اس کے بعد

مسٹر جناح نے کوئٹہ میں تقریر کی اور مرزا محمود کی پالیسی کو سراہا اس کے بعد سنٹرل اسمبلی کے الیکشن ہوئے تو تمام مرزائیوں نے مسلم لیگ کو ووٹ دیے یہاں تک کہ جب مولانا ظفر علی خاں ایڈیٹر زمیندار لاہور جو

کسی زمانے میں مرزائیوں کے شدید ترین دشمن تھے ان کا مسٹر کابا کا مقابلہ ہوا تو دفتر ضلع لیگ گورداسپور نے مرزا محمود احمد قادیانی کو ایک چٹھی لکھی جس میں مرزائیوں کو صاف طور پر مسلمان تو م تسلیم کیا گیا (چٹھی کی نقل کے بعد لکھا ہے) اس چٹھی پر تمام مرزائی بٹالہ گئے بٹالہ کے مسلم لیگی کارکنوں نے ان سے معافی مانگنے کے ووٹ مولانا ظفر علی خاں کے حق میں گزارے گئے۔ دیگر بعض مسلم لیگ کے لیڈر لاہور سے بذریعہ کار تشریف لا کر اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھتے رہے۔

(صفحہ ۱۸-۱۹)

جماعت احمدیہ نے اس معرکہ حق و باطل میں جس شان سے حصہ لیا اس کا اندازہ مؤرخ پاکستان مولانا رشید احمد صاحب جعفری کے مندرجہ ذیل الفاظ سے بھی بخوبی لگ سکتا ہے۔ مولانا نے اپنی کتاب "فاٹا اعظم اور ان کا ہمد" میں زیر عنوان "اصحاب قادیان اور پاکستان" حضرت امام جماعت احمدیہ کے بیان جاری فرمودہ ۱۹۴۵ اکتوبر ۱۹۴۵ء کے اقتباسات نقل کرنے کے بعد لکھا:-

"مسلم قوم کی مرکزیت پاکستان یعنی ایک آزاد اسلامی حکومت کے قیام کی تائید، مسلمانوں کے یاس انگیز مستقبل

پر تشویش، عامۃ المسلمین کی صلاح و فلاح، نجات و مرام کی کامیابی، تفریق بین المسلمین کے خلاف برہمی اور غصہ کا اظہار کون کر رہا ہے؟ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

اور جماعت حزب اللہ داعی اور امام الہند؟ نہیں۔
پھر کون؟ وہ لوگ جن کے خلاف کفر کے فتوؤں کا پشمارہ موجود ہے۔ جن کی نامسلمانی کا چرچا گھر گھر ہے، جن کا ایمان، جن کا عقیدہ مشکوک، مشتبہ اور محل نظر ہے۔
کیا خوب کا ہے ایک شاعر نے۔

کامل اس فرقہ زہاد سے اٹھتا نہ کوئی

کچھ ہوئے تو یہی رندان قدحِ خوار ہوئے

(رقنہ العظم اور ان کا عہد "عظیم نامہ")

جماعت احمدیہ نے ترکیب پاکستان کے اس اہم ترین موڑ پر جو تاریخی رول ادا کیا
اُس کا اعتراف ممتاز اہل حدیث عالم جناب مولانا میر محمد ابراہیم صاحب مسیحا لکھوٹی

کو بھی کرنا پڑا، چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب ”پیغام ہدایت و رہنمائی پاکستان و مسلم لیگ میں لکھا۔“

”احمدیوں کا اس اسلامی جھنڈے کے نیچے آجانا اس بات کی دلیل ہے کہ واقعی مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ وجہ یہ کہ احمدی لوگ کانگریس میں تو شامل ہو نہیں سکتے کیونکہ وہ خالص مسلمانوں کی جماعت نہیں ہے اور نہ احرار میں شامل ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ سب مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ صرف اپنی احرار کی جماعت کے لیے لڑتے ہیں جن کی امداد پر کانگریسی جماعت ہے اور حدیث ”الدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ“ کی تفصیل میں خود رسول مقبولؐ نے عامۃً مسلمین کی خیر خواہی کو شمار کیا ہے۔“

(صحیح مسلم)

ہاں اس وقت مسلم لیگ ہی ایک ایسی جماعت ہے جو خالص مسلمانوں کی ہے۔ اس میں مسلمانوں کے سب فرقے شامل ہیں۔ پس احمدی صاحبان بھی اپنے آپ کو ایک اسلامی

فرقہ جانتے ہوئے اس میں شامل ہو گئے، جس طرح کہ
اہل حدیث اور حنفی اور شیعہ وغیرہم شامل ہوئے، اور
اس امر کا اقرار کہ احمدی لوگ اسلامی فرقوں میں سے
ایک فرقہ ہے مولانا ابوالکلام صاحب کو بھی ہے۔“

(صفحہ ۱۱۲ و ۱۱۳)

انتخابات میں جماعت احمدیہ نے تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کی جو زبردست تائید و
حمایت کی اس سے کانگریسی حلقے سخت بوکھلا اٹھے اور نیشنلسٹ اور کانگریسی علماء
نے قائد اعظم پر تنقید کرتے ہوئے یہاں تک لکھا :-

”آج مسٹر جناح بیسٹری کی بجائے مفتی کی حیثیت اختیار کر بیٹے ہیں اور
سر ظفر اللہ قادیانی... کو جو پاکستان کے حامی ہیں مسلمان دیانتدار قرار
دیتے ہیں اور مولانا حسین احمد صاحب، مفتی کفایت اللہ صاحب جیسے
عمائدین ملت کو بددیانت بے ایمان کہہ دیتے ہیں۔“
(تحریک پاکستان پر ایک نظر منہ از ناظم جمعیت علماء ہند)

آٹھویں فصل

مسلم لیگ کی عبوری حکومت میں شمولیت کے لیے جدوجہد

تحریک پاکستان کے اعتبار سے مسلم لیگ کا عبوری حکومت میں شامل ہونا ۱۹۴۷ء کے انتخابات کے بعد سب سے نمایاں اور سب سے اہم واقعہ رہا۔ کیونکہ مسلم لیگ نے اس کے نتیجہ میں صرف چارپانچ ماہ کے اندر اندر پاکستان کی آئینی جنگ جیت لی اور ملک میں متحدہ دستور ساز اسمبلی کے امکانات ختم ہو جانے پر برطانوی ویرینڈا عظم مسٹرائٹس نے ۲۰ فروری ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کی مکمل آزادی کا اعلان کر دیا۔ اس طرح کانگریس کا یہ ویرینڈا خواب کہ وہ مسلم لیگ کو نظر انداز کر کے اپنی کثرت کے بل بوتے پر پورے ملک کے نظام حکومت کو چلائے گی دھرا کا دھرا رہ گیا اور برطانوی حکومت کو بالآخر مطالبہ پاکستان کے سامنے ہتھیار ڈال دینا پڑا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ عبوری حکومت میں مسلم لیگ کی شرکت انتہائی مخالف اور مالوس کن حالات میں ہوئی جن میں نیا خوشگوار انقلاب حضرت امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود کی دعاؤں اور توجہات ہی کی برکت سے ہوا۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ پارلیمنٹری مشن نے وائسرائے ہند کے مشورہ

۶ جون ۱۹۴۶ء کو ملک میں ایک عارضی حکومت کے قیام کا اعلان کیا اور مسلم لیگ اور کانگریس کے زعماء کے نام دعوت نامے جاری کئے کہ وہ اس عارضی حکومت کے رکن کی حیثیت سے یہ قومی ذمہ داری قبول کر لیں۔ اعلان میں یہ بھی واضح کیا گیا کہ جو سیاسی جماعت عارضی حکومت میں شامل نہ ہوگی اس سے صرف نظر کر کے دوسری جماعت کے اشتراک سے عارضی حکومت بنا دی جائے گی۔
 مسلم لیگ نے ایک قرارداد کے ذریعہ عبوری حکومت میں شرکت پر آمادگی ظاہر کر دی مگر کانگریس نے یہ دعوت رد کر دی۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اس موقع پر بیان دیا کہ :-

”مشن نے اعلان کیا تھا کہ اگر عارضی حکومت کے متعلق کسی پارٹی نے ہماری تنہا ویز منظور نہ کیں تو پھر ہم حکومت قائم کر دیں گے اس اعلان کے مطابق اب اس کا فرض ہے کہ وہ کانگریس کو چھوڑ کر باقی پارٹیوں کے ساتھ عارضی حکومت قائم کر دے“۔

مگر افسوس والٹسرٹے ہند لارڈ ویلن نے دعوت واپس لے لی جس پر مسلم لیگ کو نسل کو بھی اپنے اجلاس بمبئی میں بطور احتجاج اپنی رضا مندی منسوخ کرنا پڑی۔ والٹسرٹے ہند نے جو اسی موقع کی تاک میں تھے کانگریس سے گٹھ جوڑ کر کے پنڈت جواہر لال نہرو صدر

آل انڈیا کانگریس کو عبوری حکومت کی تشکیل کی دعوت دے دی جو پینڈت جی نے فوراً منظور کر لی اور اعلان پر اعلان کرنا شروع کر دیا کہ جو ہمارے ساتھ شرکت نہ کرنا چاہے ہم اسے مجبور نہیں کر سکتے نہ اس کا انتظار کر سکتے ہیں ہم دستور سازی کا کام شروع کریں گے اور عبوری حکومت کو تنہا کامیابی سے چلا کر دکھا دیں گے ازاں بعد انہوں نے ۲ ستمبر ۱۹۴۷ء کو عبوری حکومت کا چارج بھی سنبھال لیا اس طرح مسلمانوں کو نظر انداز کر کے اقتدار کی پوری باگ ڈور ہندو اکثریت کو سپرد کر دی گئی اور مسلمانوں کی جیتی ہوئی جنگ بظاہر شکست میں بدل گئی اور مسلم لیگ کے لیے آہر و منذانہ طور پر عبوری حکومت میں داخلہ کے سب راستے مسدود ہو گئے اور مسلمانان ہند پر مایوسی اور قنوطیت کے گھٹا ٹوپ بادل چھا گئے۔

مسلمانان ہند نے ملک بھر میں یوم احتجاج منایا اور قائد اعظم نے راست اقدام کی دھمکی دی مگر کانگریس حکومت نے جو انگریز کا واحد جانشین بننے کی خواب کو پورا ہوتے دیکھ کر نشہ میں مخمور ہو چکی تھی اس دھمکی کا جی بھر کر مذاق اڑایا اور کہا کہ یہ محض گیدڑ بھکی ہے۔ حکومت سے ٹکر لینا آسان نہیں یہ عیش و عشرت کے خوگر بھلا جنگ ہی کہاں کر سکتے ہیں اگر لڑیں گے تو ہار جائیں گے خود حکومت بھی ان کے مقابلہ کے لیے تیار اور چوکس ہے اور وہ ان نیٹے سرکشوں اور باغیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرے گی۔

اس تاریک ترین دور میں جبکہ نہ صرف مسلم لیگ کا وقار معرض خطر میں پڑ گیا بلکہ تحریک پاکستان کا خاتمہ اور مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کا منظر آنکھوں کے سامنے

پھرنے لگا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام جماعت احمدیہ کو خبر دی گئی کہ اس شکل
مرحلے کا حل آپ کے ساتھ بھی وابستہ ہے، چنانچہ آپ بعض خدام سمیت ۲۲ ستمبر
۱۹۴۶ء سے یکم ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۶ء تک دہلی میں تشریف فرما رہے اور قائد اعظم
محمد علی جناح، نواب صاحب بھوپال، خواجہ ناظم الدین، سردار عبدالرب صاحب
نشر، نواب سراج احمد سعید خاں چغتاری کے علاوہ مسٹر گاندھی اور پنڈت جواہر لال
نہرو سے بھی تبادلہ خیال کیا۔ وائسرائے ہند لارڈ ویول کو چٹھی بھجوائی کہ جماعت احمدیہ
ایک تبلیغی جماعت ہے مگر موجودہ سیاسی بحران میں اس کی اصولی پمردی تمام تر مسلم
لیگ کے ساتھ ہے۔ ایک دوسری چٹھی میں اُن پر واضح کیا کہ اگر مسلم لیگ اور کانگریس
کی گفت و شنید نامکام ہوتی نظر آئے تو اُسے التوا کی صورت قرار دیا جائے تا
دونوں سیاسی حلقے مزید غور کر سکیں۔ حضرت مصلح موعودؑ کی دُعاؤں اور مادی تدابیر نے
بالآخر کامیابی کی راہ کھول دی۔ وائسرائے ہند نے یہ معاملہ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور مسلم
لیگ ہائی کمان نے نہایت درجہ فہم و فراست کا ثبوت دیتے ہوئے اور کانگریس سے سمجھوتہ کئے
بغیر عبوری حکومت میں شامل ہونے کا فیصلہ کر لیا اور ۱۳ اکتوبر کو اس کی اطلاع بھی وائسرائے ہند
تک پہنچادی گئی۔ یہ فیصلہ چونکہ انتہائی غیر موافق اور خلاف توقع حالات میں ہوا اس لیے اُس نے
کانگریس کے حلقوں میں کھلبلی مچادی اور انہیں بھی پاکستان کی منزل صاف قریب آنے دکھائی
دینے لگی۔ چنانچہ ہندو اخبار ”ملاپ“ نے صاف لفظوں میں اس رائے کا اظہار کیا :-
”میں سمجھتا ہوں کہ یہ جواہر لال جی اور اُن کے ساتھیوں کے
جوشِ آزادی کو تار پیڈ وکرنے کا جتن ہے۔“

(بحوالہ نوائے وقت، ۶ اکتوبر ۱۹۴۶ء ص ۳۱ کالم ۳)

نویں فصل

خضر وزارت کے استعفاء کی کامیاب کوشش

برطانوی حکومت تمام اختیارات ہندوستان کو سپرد کر دینے کا اعلان کر چکی تھی مگر چونکہ اٹلی حکومت کے اعلان اور وزارتی مشن کے فارمولا کے مطابق انتقال اقتداء ابتداء صوبوں کو ہونے والا تھا اور صوبہ پنجاب میں مسلم لیگ کی بجائے یونینسٹ وزارت قائم تھی جس کی موجودگی میں اس صوبہ کے پاکستان میں آنے کا امکان قطعی طور پر محذوш تھا۔ اس لیے قائد اعظم اور دوسرے تمام ذمہ دار مسلم لیگی اس صورت حال بے حد مشتوش تھے حد یہ ہے کہ قائد اعظم کے مشورے پر پنجاب کے مسلم لیگی اکابر نے سر خضر حیات خاں وزیر اعظم یونینسٹ حکومت سے مذاکرات کر چکے تھے مگر ان کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا تھا۔

اس انتہائی نازک اور پریشان کن موقع پر چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب بنفس نفیس لاہور تشریف لائے اور ملک خضر حیات خاں کو مخلصانہ مشورہ دیا کہ وہ مستعفی ہو کر مسلم لیگ اور پاکستان کے لیے رستہ صاف کر دیں۔ چنانچہ آپ کی تحریک پر ۲ مارچ ۱۹۴۷ء کو خضر حیات وزارت سے مستعفی ہو گئے جس پر قائد اعظم اور مسلمانان ہند نے جشن مسرت منایا۔ اخبار ”ٹریبیون“ نے ۵ مارچ ۱۹۴۷ء کی اشاعت میں خبر دی کہ :-

”مستبرذ رائج سے معلوم ہوا ہے کہ خضر حیات خاں صاحب نے یہ فیصلہ سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے مشورہ اور ہدایت کے مطابق کیا ہے۔“

اخبار ”ملاپ“ مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۵۱ء لکھتا ہے:۔
 ”یہ ایک واضح بات ہے کہ چوہدری ظفر اللہ خاں نے خضر حیات کو مجبور کر کے اس سے استعفاء دلایا۔ خضر حیات کا استعفاء مسلم لیگ کی وزارت بننے کا پیش خیمہ تھا۔ اگر خضر حیات کی وزارت نہ ٹوٹی تو آج پنجاب کی یہ حالت نہ ہوتی۔“

جماعت احمدیہ کی قیام پاکستان کے تعلق میں ان سب مجاہدانہ اور سرفروشانہ خدمات پر دہلی کے اخبار ”ریاست“ نے اپنے ایک ادارتی نوٹ میں طنزاً لکھا کہ احمدی آج پاکستان کی تائید کر رہے ہیں مگر جب پاکستان قائم ہو گیا تو دوسرے مسلمان اُن کے ساتھ وہی سلوک روا رکھیں گے جو افغان حکومت نے کابل میں احمدیوں کیساتھ کیا تھا۔

اس پر حضرت امام جماعت احمدیہ نے ۱۶ مئی ۱۹۴۷ء کو ایک پُر شوکت تقریر فرمائی جس میں مختلف نقطہ ہائے نگاہ سے مطالبہ پاکستان کی معقولیت و ضرورت پر روشنی ڈالی۔ نیز اعلان فرمایا کہ مسلمان منظوم ہیں اور ہم تو بہر حال مظلوموں کا ساتھ دیں گے۔ خواہ ہمیں تختہ دار پر لٹکا دیا جائے۔ حضور کی یہ تاریخی اور یادگار تقریر ۱۶ مئی ۱۹۴۷ء کے الفضل میں شائع شدہ ہے۔

Amatur Rafiq Tahir
RABWAH

دسویں فصل باؤنڈری کمیشن میں مسلم حقوق کی حفاظت کے لیے جدوجہد

۳۰ جون ۱۹۴۷ء کو پنجاب اور بنگال کی تقسیم کے لیے ایک حد بندی کمیشن کے تقرر کا اعلان کیا گیا۔ جس کی صدارت سر سیرل ریڈ کلف کو سوچی گئی۔ سکھوں نے مطالبہ کیا کہ اگر کمیشن نے مشرقی پنجاب کی حد دریائے چناب مقرر نہ کی تو سکھ برطانوی سکیم کو ہرگز تسلیم نہیں کریں گے۔ باؤنڈری کمیشن نے ۱۴ جولائی ۱۹۴۷ء کے اجلاس میں فیصلہ کیا کہ جو جماعتیں کوئی میمورنڈم پیش کرنا چاہیں وہ ۱۸ جولائی تک مع چار زائد نقول اور ایسے چار نقشوں کے پیش کر دیں جن سے یہ معلوم ہو سکے کہ صوبے کی حد کس جگہ مقرر کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ کمیشن نے صوبہ پنجاب کے جن پندرہ اضلاع کو متنازع فیہ قرار دیا ان میں گورداسپور اور لاہور کے ضلع بھی شامل تھے حالانکہ ۳۰ جون کی برطانوی سکیم میں ان کو قطعی طور پر مسلم اکثریت کا ضلع تسلیم کیا گیا تھا۔ کانگریس نواز علماء ۱۹۴۵ء کے ایکشن سے یہ پراپیگنڈا کر رہے تھے کہ احمدی مسلمان نہیں اور یہ خدشہ یقینی تھا کہ ہندو یا سکھ باؤنڈری کمیشن کے سامنے اپنی بحث کے دوران یہ سوال اٹھادیں گے کہ احمدی چونکہ مسلمان نہیں اس لیے ضلع گورداسپور کی

مردم شماری میں اُن کو مسلمانوں سے الگ کر دیا جائے تو یہ ضلع لازماً غیر مسلم اکثریت کا ضلع قرار پاتا ہے اس لیے اُسے مشرقی پنجاب میں آنا چاہیئے۔ اس تشویش ناک صورتِ حال کے پیش نظر مسلم لیگ کی ہدایت پر جماعت احمدیہ نے مسلم لیگ کے وقت میں ایک علیحدہ محضر نامہ پیش کیا۔ یہ محضر نامہ نہایت قیمتی، بیش بہا اور مستند معلومات پر مشتمل تاریخی دستاویز ہے جو شائع شدہ ہے جس میں زبردست دلائل سے یہ ثابت کیا گیا کہ مغربی پنجاب کے تحفظ کے لیے ضروری ہے کہ گورداسپور کا ضلع مغربی پنجاب میں شامل ہوتا کہ دریائے بیاس کے اُس طرف جو مشرقی پنجاب کے علاقے ہیں اُن کو پاکستان پر حملہ کرنے کی کھلی چھٹی نہ مل جائے۔ جماعت احمدیہ کے وکیل شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ نے دورانِ بحث جسٹس تیمبا سنگھ کے ایک سوال کے جواب میں کہا:-

تمام احمدی اول سے آخر تک مسلمان ہیں اور وہ اپنے آپ کو مسلمانوں کا ایک حصہ سمجھتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے اس محضر نامہ اور وضاحت نے ہندوؤں اور سکھوں کے اس خیال کو پاش پاش کر دیا کہ وہ کانگریسی علماء کے بل بوتے پر اس ضلع کو غیر مسلم اکثریت کا ضلع ثابت کر دکھائیں گے اور اگرچہ ریڈ کلف ایوارڈ اور کانگریس کے گٹھ جوڑ اور سوچے سمجھے منصوبہ کے نتیجے میں اس مسلم اکثریت کے صوبہ کی تین تحصیلوں تحصیل بٹالہ و تحصیل پٹھانکوٹ و تحصیل گورداسپور کو ظالمانہ طور پر ہندوستان کی جھولی میں ڈال دیا گیا۔ مگر ریڈ کلف اپنی بددیانتی اور فریب کاری کے جواز میں احمدیوں کے محضر نامہ کی وجہ سے کوئی دلیل دینے کی جرات نہ کر سکا۔ جماعت احمدیہ نے ضلع گورداسپور اور قادیان کو پاکستان میں شامل کرنے کے لیے دن رات ایک کر کے صوبہ پنجاب اور گورداسپور کی مردم شماری کے تفصیلی اعداد و شمار جمع کئے

احمدی پروفیسر، ڈارنٹھمپٹن اور نقشہ نویس پاکستانی حدود کے زیادہ سے زیادہ وسیع کرنے کے لیے سر تا پا جہاد بن گئے۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت نے امریکہ اور برطانیہ سے نہایت قیمتی باؤنڈری لٹریچر منگوایا جو بذریعہ ہوائی جہاز ہندوستان پہنچا جس کے ڈاک خرچ پر ہی ہزار روپے سے زائد رقم خرچ کرنا پڑی جماعت احمدیہ نے برطانیہ کے ایک ماہر اور ممتاز جغرافیہ دان ڈاکٹر اسکریچ کے سپیٹ (O.H.K. SPATE) کی خدمات بھی حاصل کیں جنہوں نے لندن سے ہندوستان پہنچ کر باؤنڈری کمیشن کے دوران جماعت احمدیہ اور مسلم لیگ کے محضر ناموں اور بحث کی تیاری میں ہر ممکن مدد دی اور جو خاص طور پر مسلم لیگ کے لیے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوئے۔ ڈاکٹر سپیٹ کے تمام اخراجات تنہا جماعت احمدیہ نے برداشت کئے۔

جہاں تک مسلم لیگ کے کیز کا تعلق ہے اس مارک ترین قوم داری کی ادائیگی کے لیے قائد اعظم کی نظر انتخاب احمدیت کے مایہ ناز فرزند چوہدری محمد ظفر اللہ رتھال صاحب پر پڑی جنہوں نے انتہائی مشکلات اور تیاری کے مختصر ترین وقت کے وجود مسلم اقلیت کے حقوق کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے نہ صرف اپنے قلم سے مسلم لیگی زعماء کے مشورہ سے محضر نامہ کا مکمل متن تیار کیا بلکہ ۲۶ جولائی سے ۲۷ جولائی ۱۹۴۷ء تک عد بندی کمیشن کے سامنے مسلم لیگ کا نقطہ نگاہ غیر معمولی قابلیت سے نمایاں کر دکھایا۔ آپ کی فاضلانہ اور مدلل سمجھت ریڈ کلف ایوارڈ کے ریکارڈ میں محفوظ ہے۔

باؤنڈری کمیشن کے اختتام پر جناب حمید نظامی نے اپنی اخبار "نوائے وقت" لاہور

کی یکم اگست ۱۹۴۷ء کی اشاعت میں چوہدری صاحب کی اس فقید المثال خدمت کو سراہتے ہوئے لکھا:-

”حد بندی کمیشن کا اجلاس ہوا۔ سنسر کی پابندیوں کی وجہ سے ہم نہ اجلاس کی کارروائی چھاپ سکے نہ اب اس پر تبصرہ ہی ممکن ہے کمیشن کا اجلاس دن دن جاری رہا۔ سارے چار دن مسلمانوں کی طرف سے بحث کے لیے مخصوص رہے مسلمانوں کے وقت میں سے ہی ان کے دوسرے کامیوں کو بھی وقت دیا گیا۔ اس حساب سے کوئی چار دن سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے مسلمانوں کی طرف سے نہایت مدلل، نہایت فاضلانہ اور نہایت معقول بحث کی۔ کامیابی بخش خدا کے ہاتھ میں ہے مگر جس خوبی اور قابلیت کے ساتھ سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے مسلمانوں کا کیس پیش کیا اس سے مسلمانوں کو اتنا اطمینان ضرور ہو گیا کہ

۱۔ یہ قطعی شہادت اس امر پر ہے کہ احمدیوں نے سمیونڈم مسلم لیگ کی حمایت کے لیے پیش کیا تھا۔

اُن کی طرف سے حق و انصاف کی بات نہایت مناسب

اور احسن طریقہ سے ارباب اختیار تک پہنچا دی گئی ہے

سر ظفر اللہ خاں صاحب کو کمپن کی تیاری کے لیے بہت

کم وقت ملا۔ مگر اپنے خلوص اور قابلیت کے باعث

انہوں نے اپنا فرض بڑی خوبی کے ساتھ ادا کیا ہمیں یقین

ہے کہ پنجاب کے سارے مسلمان بلا لحاظ عقیدہ اُن کے

اس کام کے معترف اور شکر گزار ہوں گے۔

اخبار "نوائے وقت" لاہور نے ۲۴ اگست ۱۹۴۸ء کی اشاعت میں حسب

ذیل نوٹ بھی لکھا :-

جب قائد اعظم نے یہ چاہا کہ آپ پنجاب باونڈری

کمیشن کے سامنے مسلمانوں کے وکیل کی حیثیت سے پیش

ہوں تو ظفر اللہ خاں نے فوراً یہ خدمت سرانجام دینے

کی حامی بھری۔۔۔۔۔ اور اُسے ایسی قابلیت سے

سرانجام دیا کہ قائد اعظم نے خوش ہو کر آپ کو یو۔ این۔ او

میں پاکستانی وفد کا قائد مقرر کر دیا۔ جس طرح آپ نے
ملت کی وکالت کا حق ادا کیا تھا اس سے آپ کا نام
پاکستان کے قابل احترام خادموں میں شامل ہو چکا تھا
آپ نے ملک و ملت کی شاندار خدمات سر انجام دیں
تو قائد اعظم انہیں حکومت پاکستان کے اُس عہدے پر فائز
کرنے پر تیار ہو گئے جو باعتبار منصب وزیر اعظم کے بعد
سب سے اہم اور وقیع عہدہ شمار ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں جسٹس محمد منیر صاحب نے جو ریڈ کلف ایوارڈ میں مسلمانوں کی طرف سے
ممتاز رکن اور فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء کی تحقیقاتی عدالت کے صدر تھے اپنی عدالتی رپورٹ
میں لکھا:-

عدالت ہذا کا صدر جو اس رباؤنڈری کمیشن کا ممبر
تھا اُس بہادرانہ جدوجہد پر تشکر و اِقتنان کا اظہار کرنا اپنا
فرض سمجھتا ہے جو چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے
گوروا سپور کے معاملہ میں کی تھی یہ حقیقت باؤنڈری کمیشن کے

کائنات میں ظاہر و باہر ہے اور جس شخص کو اس مسئلہ سے دلچسپی ہو وہ شوق سے اس ریکارڈ کا معائنہ کر سکتا ہے چوہدری ظفر اللہ خاں نے مسلمانوں کی نہایت بے غرضانہ خدمات انجام دیں۔ ان کے باوجود بعض جماعتوں نے عدالتی تحقیقات میں اُن کا ذکر جس انداز میں کیا ہے وہ قابل

شرم ناشکر ہے پن کا ثبوت ہے۔ (رپورٹ عدالتی تحقیقات صفحہ ۲۰۹) اس "قابل شرم ناشکر پن" کا مظاہرہ کرنے والوں میں احمدی طائفہ سرفہرست تھا جو تحریک پاکستان، مسلمانان پاکستان اور قائد اعظم کا ازلی دشمن، کانگریس کا ایجنٹ اور تقسیم پنجاب کے معاملہ میں ریڈ کلفٹ ایوارڈ اور کانگریس کے ساتھ برابر کے ذمہ دار تھا اور احمدیوں کو تحریک پاکستان کی اٹھاون سالہ سنہری اور عظیم مثال خدمات کی سزا دلوانے اور ساتھ ہی "ختم نبوت" کے نام پر پردہ ختم پاکستان کی تحریک چلا رہا تھا کیونکہ "امیر شریعت کی نگاہ میں" پاکستان ایک بازاری عورت ہے جس کو اجرار نے مجبوراً قبول کیا ہے۔ ۱۵

۱۵۔ اجرار کے برعکس مودودی صاحب کے نزدیک بنگال و پنجاب کی تقسیم اور سرحدوں کی تعیین کیلئے ریڈ کلفٹ ایوارڈ کی نمائندگی اسل ذمہ دار قائد اعظم اور ان کے مسلم لیگی رفقاء ہیں اُن کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس قیادت کی غلطیاں اس سے بہت زیادہ ہیں کہ چند سطروں میں انہیں شمار کیا جاسکے۔ ترجمان القرآن جون ۱۹۴۸ء صفحہ ۷۰-۷۱

۱۶۔ رپورٹ تحقیقاتی عدالت فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء اردو صفحہ ۲۰۵

پاکستان کے مشہور و ممتاز صحافی میاں محمد شفیع صاحب مدیر ”اقلام“ لاہور احراری عنصر
کی پاکستان دشمن سرگرمیوں اور اس کے خوفناک نتائج پر روشنی ڈالتے ہوئے نہایت محتاط الفاظ میں لکھتے ہیں۔

”مجلس احرار اسلام جس میں شاہ صاحب ایک گرم اور پڑتے

ہوئے دل کی حیثیت رکھتے تھے اجتہادی غلطی کا شکار ہو

گئے اور تحریک پاکستان کا ہر اول دستہ بننے کی بجائے سیاسی
بھمبلی بھوسوں میں گرفتار ہو گئے اگر اس وقت مسلم لیگ کو

احرار اسلام ایسی فعال جہت بند اور باندھار جماعت کی تائید

حاصل ہو گئی ہوتی تو کم از کم پنجاب کی شہ رگ کے قریب

سے تقسیم نہ ہوتی۔“ (شاہ جی ص ۴۹ مؤلفہ تذبذب ری)

حضرت قائد اعظم وسیع حوصلگی رواداری، محبت اور شفقت کے مجسمہ اور فراخ دلی اور عفو کے پیکر

تھے مگر آپ نے پاکستان کے غداروں کا یہ شرناک جرم جس نے راج صدی سے برصغیر کے کورڈوں مسلمانوں

کیلئے بیشمار مسائل پیدا کر ڈالے ہیں، عمر بھر معاف نہیں کیا، جس کا اعتراف احراری شریعت کے امیر

سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو بھی ہے چنانچہ آپ نے ایک بار خود ہی بتایا کہ :-

”میں نے قائد اعظم کے بوٹ پر اپنی ٹاٹھی رکھی پر وہ نہ

(آزاد ۴۱ نومبر ۱۹۴۹ء)

”سیجے“

ہندوستان میں جماعت احمدیہ اور آپ کو پیش آئے۔ اس لیے کہ آپ کا مکان گواپ کے ہاتھ سے جاتا رہا مگر آپ کے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکان مل گیا اور آپ کے مقدس نام پر ایک عظیم الشان اسلامی مملکت قائم ہو گئی جس نے مسلمانوں کے لیے ترقی کے وسیع دروازے کھول دیئے اور ایک بین الاقوامی اسلامستان کی بنیاد رکھ دی پھر آپ نے پاکستان میں پہنچ کر یہ پر شوکت اعلان فرمایا:-

”پاکستان کا مسلمانوں کو مل جانا اس لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ اب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سانس لینے کا موقعہ میسر آ گیا ہے اور وہ آزادی کیساتھ ترقی کی دوڑ میں حصہ لے سکتے ہیں۔ اب اُن کے سامنے ترقی کے اتنے غیر محدود ذرائع ہیں کہ اگر وہ اُن کو اختیار کریں تو دنیا کی کوئی قوم اُن کے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتی اور پاکستان کا مستقبل نہایت ہی شاندار ہو سکتا ہے۔ مگر پھر بھی پاکستان ایک چھوٹی چیز ہے۔ ہمیں اپنا قدم اس سے آگے بڑھانا چاہیئے اور پاکستان کو اسلامستان کی بنیاد بنانا چاہیئے۔ بیشک پاکستان بھی ایک اہم چیز ہے بیشک

عرب بھی ایک اہم چیز ہے۔ بیشک حجاز بھی ایک اہم چیز ہے۔ بیشک مصر بھی ایک اہم چیز ہے۔ بیشک ایران بھی ایک اہم چیز ہے۔ مگر پاکستان اور عرب اور حجاز اور دوسرے اسلامی ممالک کی ترقیات صرف پہلا قدم ہیں اصل چیز دنیا میں اسلامستان کا قیام ہے۔ ہم نے پھر سارے مسلمانوں کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کرنا ہے۔ ہم نے پھر اسلام کا جھنڈا دنیا کے تمام ممالک میں لہرانا ہے۔ ہم نے پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام عزت اور آبرو کے ساتھ دنیا کے کونے کونے میں پہنچانا ہے۔ ہمیں پاکستان کے جھنڈے بلند ہونے پر بھی خوشی ہوتی ہے۔ ہمیں مصر کے جھنڈے بلند ہونے پر بھی خوشی ہوتی ہے۔ ہمیں عرب کے جھنڈے بلند ہونے پر بھی خوشی ہوتی ہے۔ ہمیں ایران کے جھنڈے بلند ہونے پر بھی خوشی ہوتی ہے۔ مگر ہمیں حقیقی خوشی تب ہوگی جب سارے ملک آپس میں اتحاد

کرتے ہوئے اسلامستان کی بنیاد رکھیں۔ ہم نے اسلام
کو اس کی پرانی شوکت پر قائم کرنا ہے۔ ہم نے خدا تعالیٰ
کی حکومت دنیا میں قائم کرنی ہے۔ ہم نے عدل اور
انصاف کو دنیا میں قائم کرنا ہے اور ہم نے عدل و انصاف
پر مبنی پاکستان کو اسلامک یونین کی پہلی سٹیجی بنانا ہے
یہی اسلامستان ہے جو دنیا میں حقیقی امن قائم کرے گا
اور ہر ایک کو اس کا حق دلائیگا۔ جہاں روس اور امریکہ
نبیل ہو صرف مکہ اور مدینہ ہی انشاء اللہ کامیاب
ہوں گے۔

(الفضل سو مارچ ۱۹۵۶ء ص ۷-۸)

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝



حیاء الاسلام پبلیشرز